

## صبر اور تقویٰ

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَلَعُوْا وَاَنۡتَبِهُوْا ۚ فَاِنَّ فَوْرَۤهٖمۡ هٰذَا يَنۡبُذُ كُمۡ رَبُّكُمۡ  
بِخَمْسَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُّسَوِّمِيْنَ ۝﴾ [آل عمران: ۱۲۰]

”کیوں نہیں ایقہ اگر تم ڈٹے رہے اور تم نے تقویٰ اختیار کیا اور تمہارے دشمن اسی جوش  
غضب میں بڑھے چلے آئے تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار نشان لگے ہوئے فرشتوں سے  
تمہاری مدد کرے گا۔“

ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم اللہ سے تعلق استوار کر کے اپنی حفاظت کا انتظام خود کر لیں تو ان شاء  
اللہ ہمارے مصائب و مشکلات کا نوے فی صد حصہ ختم ہو جائے گا۔ اور تھوڑی سی جو آزمائش باقی  
رہے گی وہ ان شاء اللہ ہمارے اعزاز و سر بلندی کا ذریعہ ہوگی اور حیات جاوداں کا سبب کہ  
آزمائش ہی میں راز حیات پنہاں ہے۔

ترے سینے میں پوشیدہ ہے راز زندگی کہہ دے  
مسلمان سے حدیث سوز و ساز زندگی کہہ دے

## آئیڈیل لائف کے لیے معیار.....!

غور فرمائیے! نیکیاں دو قسم کی ہوتی ہیں، ایک سلبی اور ایک ایجابی، مثلاً آپ پہاڑ کے ایک کھوہ میں جا کر عمر بھر کے لیے بیٹھ گئے تو صرف یہ کہنا صحیح ہوگا کہ بدیوں اور برائیوں سے آپ نے پرہیز کیا، یعنی آپ نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جو آپ کے لیے قابل اعتراض ہو، مگر یہ تو سلبی تعریف ہوئی، ایجابی پہلو آپ کا کیا ہے؟ کیا آپ نے غریبوں کی مدد کی، محتاجوں کو کھانا کھلایا، کمزوروں کی حمایت کی، ظالموں کے مقابلے میں حق گوئی سے کام لیا، گرتوں کو سنبھالا، گمراہوں کو راستہ دکھایا، غصہ، کرم، سخا، مہمان نوازی، حق گوئی، رحم، حق کی نصرت کے لیے، جوش، جدوجہد، مجاہدہ، ادائے فرض، ذمہ داریوں کی بجا آوری، غرض تمام وہ اخلاق جن کا تعلق عمل سے ہے، وہ صرف سلب فعل اور عمل سے نیکیاں نہیں بن جائیں گے، نیکیاں صرف سلبی ہی پہلو نہیں رکھتیں، زیادہ تر ایجابی اور عملی پہلو پر ان کا مدار ہوتا ہے۔ اس تقریر سے ظاہر ہوگا کہ جس سیرت کا عملی حصہ سامنے نہ ہو اس کو ”آئیڈیل لائف“ اور قابل تقلید زندگی کا خطاب نہیں دیا جاسکتا، کہ انسان اس کی کس چیز کی نقل کرے گا؟ اور کس عمل سے سبق حاصل کرے گا؟ ہم کو تو صلح و جنگ، فقر و دولت، ازواج و تجرد، تعلقات خداوندی و تعلقات عباد، حاکمیت و محکومیت، سکون و غضب، جلوت و خلوت، غرض زندگی کے ہر پہلو کے متعلق عملی مثال چاہیے، دنیا کا بیشتر بلکہ تمام تر حصہ انہی مشکلات اور تعلقات میں الجھا ہوا ہے، اس لیے لوگوں کو انہی مشکلات کے حل کرنے کے لیے اور انہی تعلقات کو بوجہ احسن انجام دینے کے لیے عملی مثالوں کی ضرورت ہے، قولی نہیں بلکہ عملی، لیکن یہ کہنا شاعری خطابت نہیں بلکہ تاریخی واقعہ ہے کہ اس معیار پر بھی سیرت محمدی کے سوا کوئی دوسری سیرت پوری نہیں اتر سکتی۔

میں نے آج جو کچھ کہا ہے، اس کو اچھی طرح سمجھ لیجیے، میں یہ کہنا اور دکھانا چاہتا ہوں کہ آئیڈیل لائف اور نمونہ تقلید بننے کے لیے جو حیات انسانی منتخب کی جائے، ضروری ہے کہ اس کی سیرت کے موجودہ نقشے میں یہ چار باتیں پائی جائیں، یعنی تاریخت، جامعیت، کاملیت اور عملیت، میرا یہ مقصد نہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں ان کے عہد اور زمانے میں ان خصوصیات سے خالی تھیں، بلکہ یہ مقصد ہے کہ ان کی سیرتیں جو ان کے بعد عام انسانوں تک پہنچیں، یا جو آج موجود ہیں، وہ ان کی خصوصیات سے خالی ہیں، اور ایسا ہونا مصلحت الہی کے مطابق تھا، تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ انبیاء علیہم السلام محدود زمانے اور متعین قوموں کے لیے تھے، اس لیے ان کی سیرتوں کو دوسری قوموں اور آئندہ زمانے تک محفوظ رہنے کی ضرورت نہ تھی۔ صرف محمد رسول اللہ ﷺ تمام دنیا کی قوموں کے لیے اور قیامت تک کے لیے نمونہ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس لیے آپ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمل دائمی اور ہمیشہ کے لیے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ [الأحزاب: ۴۰]

(خطبات مدراس از سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ)

## مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلغوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم

## مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

## مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی 0333-4786507

## کمپوزنگ

- رضا اللہ ساہد 0344-4656461

## جواہر پارے

میر اور تقویٰ

## کلمہ طیبہ

آئیڈیل لائف کے لیے معیار

## اداریہ

ایک ہی جسم بن جائیں

## درس قرآن

تفسیر سورة الصُّفَّت ..... (۲۰)

## درس حدیث

أربعین اعتقادی ..... (۱۰)

## فرق باطلہ

تیسری فریقے کا تعارف

## تہذیب و ثقافت

اسلامی تہذیب میں لباس کا تصور

## خود نوشت سوانح

اپنی کہانی اپنی زبان ..... (۳) آخری

## افکار معاصرین

حجاب اور کارپوریٹ اخلاقیات

## تبصرہ کتب

فتاویٰ محمدیہ (جلد اول)

## فہرست کتب

فہرست اردو کتب (محمد عطاء اللہ حنیف لاہوری)

## شعر و ادب

حرف و دعا

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور  
: 4 ABL 2466-4 بلال سنگھ برائچ لاہور  
: 042-3735 4406  
: 042-37229802  
: CPL : 12 رجسٹرڈ نمبر

فی ہرچہ : 12/- روپے  
سالانہ : 500/- روپے  
بیرونی ممالک سے : 200/- ریال  
60/- ڈالر امریکی

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یار ڈپرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

## ایک ہی جسم بن جائیں

غالباً حضرت علیؓ کی طرف منسوب یہ قول کہ ”کفر کی حکومت تو چل سکتی ہے لیکن ظلم کی نہیں“ اب تاریخ کا حصہ بلکہ اصول بن چکا ہے جس کی انفرادی گواہی ہر فرد بھی دے سکتا ہے اور اجتماعی گواہی ہر ملک کی تاریخ بھی دیتی ہے۔ باقی رہا وطن عزیز تو اس کی گواہی ہر پاکستانی دے سکتا ہے۔ کفر کو اصل دکھ تو نور اسلام کی پھیلتی کرنوں کا ہے لیکن وہ تمام عیاری اور ٹیکنالوجی کی مہارتوں کے باوجود اسلام کو لاکارنے کی ہمت نہیں رکھتا وہ جانتا ہے کہ اس بغض کے بر ملا اظہار کے جواب میں ایک ہی نعرہ تکبیر اس کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائے گا اس لیے وہ الگ الگ مسلمان حکومتوں میں کہیں شہنشاہیت کے خلاف، کہیں جمہوریت کا سراب دکھا کر، کہیں پسمنانگی کا احساس دلا کر، کہیں حقوق نسواں کی چتا جلا کر اور کوئی بس نہ چلے تو پرفریب انسانی حقوق کا شور مچا کر سازشیں اور فتنے برپا کرتا رہتا ہے، جہاد کے شعلہ جوالہ کے خوف سے چونکہ وہ ہمیشہ لرزاں رہتا ہے اس لیے یہ باری باری یعنی ایک وقت میں ایک مسلمان مملکت میں تخریب کرتا ہے اور دوسرے اتحادی مسلم حکمرانوں کی حمایت حاصل کر کے ان سے سلوک بالکل اس طرح کرتا ہے ”جس طرح کچھ لڑکے بالوں نے ایک زمیندار کی فصل اجاڑ دی تو اس نے ہر لڑکے کو الگ الگ بلا کر اپنا تعلق بتا کر اور جتنا کر سب کی الگ الگ پٹائی کر کے آتش غضب ٹھنڈی کی تھی۔“ کفر..... یہود، صلیب، کمیونسٹ..... نے بالکل اس طرح اولاً ترکی کی خلافت اسلامی کو تاراج کیا اور ممکنہ مزاحمت کرنے والے قبائل اور خاندانوں میں صحرائے عرب کے حصے بخرے بھی کر دیے اور صحرائے عرب ہی سے زمین ہتھیا کر اسرائیل نامی آکاس نیل بھی ان پر پھیلا دی تاکہ آکاس نیل کی ثقافتی چھاؤں سے اولاً مسلمان سوکھ جائیں گے پھر..... خاکم بدہن..... اسلام بھی نابود ہو جائے گا لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے کلام حق میں ارشاد فرما چکا ہے: ﴿وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ [آل عمران: ۵۴]

(جس کا مفہوم یہ ہے کہ تدبیر وہ..... کافر..... بھی کرتے ہیں اور تدبیر اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر تدبیر فرمانے والا ہے) صحرائے عرب کے بادیہ نشینوں کو بھی زمین کی حد بندی کر کے ان کو اقتدار کی لذتوں سے آشنا کر کے اپنی تمام آلائشوں کے ساتھ خوئے حکمرانی جب ان میں رچ بس گئی تو پھر اس نے ان چھوٹی چھوٹی اسلامی حکومتوں کو تاراج کرنے کے منصوبے پر عمل شروع کر دیا۔ جو حکمران دین سے زیادہ دور تھے ان پر اس کا جادو جلدی چل گیا ان کو اس نے اولاً دولت کی بہتات سے پھر ثقافتی یلغار سے اسلامی طرز حیات سے دور کر دیا تاریخ کے اس عمل کی علامہ اقبال نے کس بلیغ انداز میں ترجمانی کی ہے۔ آئیں تجھ کو بتاؤں تقدیر ایم کیا ہے شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

تو جناب حکمران جب طاؤس و رباب میں الجھ جائیں تو پھر ان کے ساتھ وہی ہوتا ہے جو آج کل مسلمان حکمرانوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ فلسطین کی مظلومانہ صورت حال، عراق و ایران کی بے سود طویل جنگ، کویت پر عراق کا حملہ، سوڈان پر شب خون کے علاوہ کسوو، بوسنیا میں خون مسلم سے زمین کی رنگینی اور سب سے آخر میں ۹/۱۱ ڈرامے کے بعد مسلم امت پر اس کی وحشت ناک دہشت گردی خصوصاً شکست روس کے بعد اسامہ نامی ہیولی کی تلاش کا بہانہ بنا کر افغانستان میں ظلم و ستم کا جو بازار اس نے گرم کیا شاید ماضی قریب کی تاریخ میں اس کی مثال نہ ملے اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس کے باوجود خود کو مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ بنا کر پیش کرتا ہے اور افسوس یہ ہے کہ..... اس کے کانے..... مسلم حکمران اس کے آگے چوں نہیں کرتے۔ ہمارا موقف نہیں خواہش بلکہ اسلام کی راہ نمائی یہ ہے کہ مسلمان حکمران باہمی اختلافات اس اصول پر طے کریں کہ آپس کی ملاقات و مذاکرات میں اگر ایک..... فریق..... مسلمان کو نقصان ہوگا تو فائدہ بھی تو مسلمان ہی کا ہوگا، خالص شیطانی عمل یعنی باہمی بغض و حسد کی وجہ سے ہم ان جانے میں مسلمان کو نقصان پہنچانے کی ابلیسی خواہش پراڑ جاتے ہیں اور فائدہ کفر اٹھالیتا ہے بلکہ اب تک اٹھا رہا ہے پھر طاغوت مسلمانوں ہی کی قوم سے نفع

کھاتا ہے اور اس نفع کو مسلم کش پالیسیوں میں اس طرح استعمال کرتا ہے جس طرح ہر پاکستانی حکومت ”کشمیر بنے گا پاکستان“ کے سلوگن چلاتی اور نعرے لگواتی ہے لیکن عوام حکومتی اجازت کے ساتھ بھارت سے فلمیں، گانے وغیرہ اربوں روپوں کے امپورٹ کرتے ہیں اسی نفع سے کشمیریوں کو کچلنے کے لیے اسلحہ خریدا جاتا ہے۔

درد دل کی یہ کہانی نوک قلم پر اس لیے آئی کہ اخبار میں اگلے روز یہ خبر نظر سے گزری کہ امریکی وزیر خارجہ شام پر امریکی حملے کی تائید حاصل کرنے کے لیے عرب ممالک کی حکومتوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ ہم خواہش ہی نہیں تو یہ بھی یہ رکھتے ہیں کہ کوئی بھی مسلم حکمران شام کے صدر بشار الاسد کے عقیدہ و عمل کی ساری کمزوریوں کو تابیوں کے باوجود طاغوت کی شام پر حملے کی تائید نہیں کریں گے تاریخ میں سب کچھ محفوظ ہے کہ کس اسلامی ملک نے جہاد کے نام پر عسکری ونگ تیار کیے اور فقہی اختلافات کے بنا پر کہاں کہاں شرف و فساد پھیلایا جس کے بعد مسلمانوں کے فقہی اختلافات کتابوں سے نکل کر اور منبروں سے اتر کر عبادت گاہوں کے صحنوں اور مسلم ممالک کے کوچہ و بازار میں آگئے۔ لیکن یہ وقت مسلمانوں کے ایک جسم بن جانے کا وقت ہے ان ممالک کے حکمرانوں سے درخواست ہے کہ وہ ہمیں یعنی پاکستانیوں کو دیکھیں جو دیدہ و عبرت نگاہ ہوں کہ افغانستان پر حملے کے لیے نامشرف دو حکومت میں ہم نے جب امریکہ کو راہداری دی اڑے دیے تو افغانستان میں جو ہوا سو ہوا، پاکستان میں خون کی ہولی کس طرح کھیلی گئی اور دنیا میں پاکستان کی کیا عزت رہی؟ کیا شہر ہوا؟ اس کے پاسپورٹ کی وقعت کیا رہی؟ اور طاغوت ابھی بھی راضی نہیں ہو رہا۔ شام جیسا بھی ہے مسلمان تو ہے! گزشتہ صدی میں طاغوت نے قومیت کا اڑدھا پھیلا کر مسلمانوں میں جو سر پھٹول کروائی تھی، مصر میں آج کل وہی چگاری سلگ کر شعلہ بن کر مسلم نوجوانوں کی نسل کو نگل رہی ہے۔ اب وہ دہشت گردی، انسانی حقوق اور جمہوریت کا ناقوس بجا کر مسلمانوں کو شعلوں سے بھسم کر رہا ہے الحذر! یا ائمة المسلمین الحذر!

اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہم دعا اور مسلم امہ کے راہنماؤں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ کسی بھی مسلمان مملکت کے تباہی کے فعل شنیع کی تائید نہ کریں اور صلیبی نمائندے پر واضح کر دیں کہ ہمارے ایمان بالرسالت کا تقاضا ہے کہ ہم مسلمان جسد واحد ہو کر ایک دوسرے کی ہمدردی و خیر خواہی اور صلح جوئی کے اصول سے باہمی معاملات طے کر لیں گے۔

### الحمد لله:

کراچی میں ہونے والی اے پی سی (آل پارٹیز کانفرنس) نے طالبان سے مذاکرات کی ترجیح کا جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا ہے وہ نہایت خوش آئند، سیاسی دانائی کا مظہر اور بایں معنی اسلامی غیرت کا آئینہ دار ہے کہ اس میں مسلمان بھائیوں سے الجھاؤ اور مخاصمت کی بجائے گفتگو اور جذبہ مصالحت کو ترجیح دی گئی ہے جس سے اچھے نتائج کی یقینی توقع اور خیر و برکت کی دعا کرنی چاہیے۔

ہم کسی عاقل و بالغ مسلمان سے قتل مسلم کی توقع ہی نہیں رکھتے تاہم طالبان نامی گروہ..... اگر کوئی واقعی ہے تو..... سے ہماری درخواست ہے کہ انہیں اخلاقاً بھی اور خصوصی طور پر شرعاً یہ بات تسلیم کر لینی چاہیے کہ دین نے کسی بھی جرم کے کسی مجرم کو ذاتی طور پر..... حکومت سے بالا بالا..... سزا دینے کا اختیار نہیں دیا، ظلم اگر حکومت کرے یا ظالم طاقت ور ہو تو بھی اس کو قانون ہاتھ میں لینے کی اسلام اجازت نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مظلوم کو بلند آواز سے بددعا دینے کا ایسا اختیار دے دیا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو پکارے تو حدیث رسول کے مطابق اس بددعا سے اللہ تعالیٰ کا عرش کانپ اٹھتا ہے۔ اس لیے طالبان نامی گروہ کی کسی واردات کی تائید نہیں تردید لازم ہے..... طالبان سے درخواست ہے کہ جب پاکستان کی جملہ سیاسی جماعتوں نے متفقہ طور پر آپ سے مذاکرات کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو آپ بے شک اپنے تحفظات کا اظہار کر کے اور یہ جان کر مذاکرات کریں کہ اس میں آپ کا جذبہ خیر عند اللہ ثواب کا باعث، عند الناس مثبت پیغام اور حکومتی سطح پر مصالحت کا ماحول پیدا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرمائے اور ہمیں اپنی نیتوں کو اپنی رضا کے لیے خالص کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

## تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

وہم نوابنا لیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جو انھیں قیامت، جزا و سزا، دوزخ کے ہولناک مناظر اور جنت کی رعنائی اور خوب صورتی کی باتیں سناتے تو کفار انھیں ”حدیث خرافہ“، یعنی فضول اور بے عقلی کی باتیں سمجھتے تھے۔ اس لیے آپ کو دیوانہ کہتے تھے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کفار کے اسی الزام کے جواب میں یہاں فرمایا ہے:

﴿بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ﴾ ”بلکہ وہ حق سچ لے کر آیا ہے۔“ اس میں نہ شاعرانہ خیال ہے نہ ہی دیوانگی کا کوئی اثر۔ جو کتاب تمہیں سناتا ہے وہ کتاب حق ہے نہ اس میں باطل کا تصور ہے نہ ہی ریب و تردد۔ اور جو وہ کہتا ہے وہ بھی حق ہے۔ ”دین حق“ وہی ہے جو آپ لائے ہیں اس کے علاوہ سب باطل ہے اور جھوٹ و فریب ہے۔

﴿وَصَدَقَ الْمُرْسَلِينَ﴾ اور اس نے تمام رسولوں کی تصدیق کی ہے کہ وہ سب اللہ کے سچے رسول تھے۔ اور اس نے وہی دعوت دی ہے جو پہلے رسول دیتے آئے ہیں۔ بعد زمانی کے باوجود دعوتِ انبیاء میں یکسانیت بجائے خود حق ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو انھوں نے اس نبی کے بارے میں خبریں دی ہیں وہ ان کی تصدیق کرتا ہے وہی ان کا مصداق ہے، بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی قراءت ”صدق المرسلون“ تھی کہ انبیاء نے صحیح فرمایا جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بشارت دی اور بتلایا کہ وہ سب سے آخر میں آئیں گے۔ (روح)

امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر میں یہی قراءت اختیار کی ہے کہ انبیاء نے جو فرمایا سچ فرمایا۔ تو حید کی جو دعوت دی، آخرت کی جو خبریں دیں ان میں وہ سچے تھے۔ الغرض ان کا ہر قول صدق پر مبنی تھا۔

﴿وَيَقُولُونَ إِنَّمَا لَنَا كُفْرًا﴾ اسی تکبر کا نتیجہ تھا کہ وہ کہتے تھے کیا ہم اپنے معبودوں کو دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دیں۔ رسول اللہ ﷺ ہی نہیں پہلے انبیائے کرام کے بارے میں بھی ان کی امتوں نے یہی کہا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَذَلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مُجْنُونٌ﴾ [الذاریات: ۵۲]

”اسی طرح ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی رسول نہیں آیا مگر انھوں نے کہا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔“

مگر رسول اللہ ﷺ سے کفار کے عناد کی انتہاء دیکھیے کہ وہ آپ ﷺ کو دیوانہ شاعر کہتے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ دو متضاد حقیقتیں ہیں۔ شاعر عالم اور بڑا عقل مند ہوتا ہے جو اپنے کلام میں بڑے سلیقے سے وزن و قوافی کا اہتمام کرتا ہے۔ جب کہ ”مجنون“ دیوانے کو کہتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہم نے کم علم اور کم عقل شاعر بھی دیکھے ہیں بلکہ بعض تو کہتے ہیں کہ ہم اچھا کلام تب کہتے ہیں جب نشے کی حالت میں ہوتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اور انبیائے کرام کو شاعر اور مجنون اس لیے کہا گیا کہ شاعر کا کلام سننے والے پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اس کے خیال کی پرواز اور الفاظ کے اوزان و تناسب پر سننے والے لطف و سرور سے جھوم اٹھتے ہیں۔ قرآن پاک کی تاثیر شعراء کے کلام سے کہیں زیادہ تھی جو سن لیتا گرویدہ ہو جاتا۔ تبھی تو کفار قرآن سننے سے منع کرتے کہ سننے والے اس سے متاثر نہ ہوں۔ تاثیر کی اسی مماثلت پر وہ رسول اللہ ﷺ کو بھی شاعر سمجھتے تھے کہ جیسے شاعر لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں اسی طرح محمد ﷺ بھی لوگوں کو اپنا گرویدہ



## اربعین اعتقادی

ترجمہ و فوائد  
حافظ  
ریاض نقاب  
ابو

۶

## فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

باب: إثبات الاستواء، وقول الله تعالى: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ﴾

[الأعراف: ۵۴]

وقال الإمام مالك حين سئل عن كيفية استوائه تعالى على العرش: "الاستواء معلوم، والكيف مجهول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة." ذكره البيهقي في الأسماء والصفات: ۵۱۵ يأسناد جوده الحافظ في الفتح: ۱۳ / ۴۱۷.

۱۰: عن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال: ((لما قضى الله الخلق، كتب في كتابه، فهو عند فوق العرش: إن رحمتي غلبت غضبي.)) (صحيح بخاری، رقم الحديث: ۲۷۵۱، صحيح مسلم، رقم الحديث: ۲۷۵۱)

## استواء باری تعالیٰ کا اثبات:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”بے شک تمہارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔“ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت کے بارے میں جب امام دارالبحر مالک بن انس سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”استواء کا معنی معلوم ہے اور اس کی کیفیت نامعلوم ہے اور اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اس کے

بارے سوال کرنا بدعت ہے۔“ اس قول کو امام بیہقی نے اپنی کتاب ”اسماء و صفات“ (ص: ۵۱۵) میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱۳/ ۴۱۷) میں ”جید“ قرار دیا ہے۔

۱۰: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے اپنی کتاب (لوح محفوظ) میں یہ لکھا جو اس کے پاس عرش پر ہے: میری رحمت میرے غضب پر غالب آگئی۔“

## فوائد:

- ۱: آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ رب العزت ہے۔ اس سے اس کی کامل ربوبیت کا اثبات ہوتا ہے۔
- ۲: تمام کائنات سماوی و ارضی اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اسے چھ دنوں میں پیدا کیا گیا۔
- ۳: اللہ عز وجل عرش پر مستوی ہے۔ استواء کا معنی امام بخاری امام ابوالعالیہ وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ابوالعالیہ نے کہا ہے: استوی الی السماء. ”وہ آسمان کی طرف بلند ہوا۔“ اور مجاہد نے کہا ہے: استوی علی العرش. کا معنی ”وہ عرش پر بلند ہوا۔“ (صحیح بخاری، رقم الحديث: ۷۴۱۸)
- تفصیل کے لیے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب ”الصواعق المرسلہ“ کی طرف مراجعت فرمائیں۔
- ۴: سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ عرش پر مستوی ہے، (باقی صفحہ نمبر ۳۱ پر ملاحظہ کیجیے)

## نصیری فرقے کا تعارف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ..... ترجمہ: مولانا عطاء الرحمن ثاقب رحمہ اللہ

زیر نظر مضمون شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ایک عربی رسالہ ”النصيرية طغاة سورية او العلويون كما سماهم الفرنسيون“ کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ رسالہ آٹھویں صدی ہجری میں لکھا گیا تھا۔ دراصل یہ ایک استفتاء ہے جس میں نصیری فرقے سے متعلق چند سوالات علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد مری الشافعی نے اٹھائے تھے اور جن کے جوابات شیخ الاسلام امام اہل سنت تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ دمشقی رحمہ اللہ نے تحریر فرمائے تھے۔ یہ رسالہ اگرچہ صفحات کے اعتبار سے بہت مختصر ہے لیکن اس کی جامعیت کا یہ عالم ہے کہ یہ کئی جلدوں کو محیط ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے سائل کے جواب میں یہ رسالہ تحریر کر کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ امام صاحب کا یہ رسالہ اظہار حق اور دعوت ہدایت کے لیے ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا اور باطل کے لیے گریز البرز شکمن سے کم نہیں۔ ہر صاحب ایمان شخص جب اس رسالہ کو پڑھے گا تو اسے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نصیریوں کی طرف سے درپیش خطرے کا بخوبی احساس ہو جائے گا اور یہ رسالہ اس کے لیے راہ ہدایت اور منارہ عرفان ثابت ہوگا، ان شاء اللہ۔

**سوال:** علمائے دین کا نصیری فرقے کے متعلق کیا خیال ہے؟

جس کے عقائد مندرجہ ذیل ہیں:

۱: حلت شراب

۲: تناسخ ارواح ①

۳: قدامت عالم ②

۴: انکار قیامت

۵: انکار جنت و دوزخ

۶: پانچ نمازوں سے مراد ان کے نزدیک پانچ نام ہیں، یعنی علی،

حسن، حسین، محسن اور فاطمہ۔ نیز یہ کہ ان پانچ ناموں کے ذکر

سے غسل جنابت، وضو اور تمام شروط و فرائض نماز ساقط

ہو جاتے ہیں۔

۷: رمضان المبارک کے روزوں سے مراد ۳۰ مردوں، ۳۰ عورتوں

کے نام ہیں۔ یہ نام ان کی کتب میں موجود ہیں جن کو طوالت کے

خوف سے ذکر نہیں کیا جا رہا۔

۸: یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا معبود مانتے ہیں، ان کے نزدیک

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی خالق ارض و سماء ہیں اور وہی آسمان و زمین

کے امام بھی ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق لاہوت (اللہ

تعالیٰ) کے ناسوت (حضرت علی رضی اللہ عنہ) میں ظاہر ہونے کا

فلسفہ و حکمت یہ ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق اور اپنے

بندوں سے مانوس ہو کر انھیں اپنی عبادت کے طور طریقوں سے

① تناسخ ارواح: ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کی روح مرنے کے بعد کسی جانور وغیرہ میں حلول کر جاتی ہے۔ نیک انسان اچھے روپ میں اور برا انسان برے روپ

میں دوبارہ جنم لیتا ہے۔ اس عقیدے کی رو سے چونکہ قیامت اور روزِ حساب کی نفی ہوتی ہے۔ اس لیے نصیری فرقے کا بھی قیامت پر ایمان نہیں ہے۔

② یہ ایک منطقی اصطلاح ہے، مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قدیم فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، ثبات صرف اسی کو ہے جب کہ باقی ہر چیز متغیر اور حادث ہے، جسے دوام حاصل

نہیں۔ لیکن نصیری فرقہ اس کے برعکس عالم کو قدیم مانتا ہے۔



لیکن یوسف علیہ السلام چونکہ معنی مطلوب تھے اور مختار و متصرف، لہذا انھوں نے معانی کا یہ معاملہ کسی پر متعلق نہیں رکھا اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں اور اپنے بھائیوں کو اپنے اپنے اختیار و تصرف سے خود ہی یہ کہہ کر معاف کر دیا تھا:

﴿لَا تَفْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ [یوسف: ۹۲]  
 ”آج تمھارے لیے کوئی سرزنش نہیں ہے۔“

اسی طرح ان کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام اسم اور یوشع علیہ السلام معنی تھے، کہ یوشع علیہ السلام نے اپنے حکم سے سورج کو واپس لوٹا دیا تھا۔ پھر سلیمان علیہ السلام اسم اور آصف ان کا معنی تھا، جس نے بلقیس کا تخت حاضر کر دیا تھا جب کہ سلیمان علیہ السلام اس سے عاجز آ گئے تھے۔ اسی ترتیب اور انداز سے وہ رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام کو شمار کرتے ہیں، حتیٰ کہ محمد ﷺ اسم تھے اور علی رضی اللہ عنہ ان کے معنی۔ اس طرح وہ ہر زمانے میں ایک اسم اور ایک معنی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

۱۱: ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ رب ہیں، محمد حجاب ہیں اور سلمان باب۔ ان کے اکابرین میں سے بعض کے یہ شعر ان کے اسی عقیدے کی وضاحت کرتے ہیں:

اشھدان لا الہ الا  
 حیدرة الانزع ۳ البطین ۴  
 ولا حجاب الا  
 محمد الصادق الامین  
 ولا طریق الیہ الا  
 سلمان ذو القوة المتین

آگاہ کرتا ہے۔ ۱

۹: ”خطاب“ کے نام سے معروف اس عقیدے کے مطابق ان کے نزدیک کوئی شخص اس وقت تک نصیری نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ اپنے شیخ اور معلم کے رو برو یہ حلف نہ اٹھائے کہ وہ اپنے دین اپنے مشائخ اور اپنے اکابر سے متعلق کسی کو آگاہ نہیں کرے گا۔ نیز وہ کسی ایسے شخص کو وعظ و نصیحت نہیں کرے گا جو ان کے عقائد کا حامل نہ ہو۔ ۲ اس حلفیہ اقرار کے بغیر وہ ان کی شراب نوشی کی مجالس میں حصہ نہیں لے سکتا اور نہ ہی وہ ان میں مناکحت کر سکتا ہے۔

۱۰: ان کے عقیدے کے مطابق ہر زمانے کے لیے ایک امام کا ہونا ضروری ہے۔ ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہر زمانے میں ایک اسم ہوتا ہے اور ایک اس کا معنی، مثلاً آدم علیہ السلام اسم تھے اور شیث علیہ السلام ان کے معنی، یعقوب علیہ السلام اسم تھے اور یوسف علیہ السلام ان کے معنی۔ معنی کو وہ مختار و متصرف قرار دیتے ہیں جب کہ اسم کو اس معنی کے تابع! اس سلسلے میں وہ قرآن کی مندرجہ ذیل دو آیات سے استدلال کرتے ہیں:

﴿سَوْفَ أَسْتَغْفِرُكُمْ رَبِّي﴾ [یوسف: ۹۸]

﴿لَا تَفْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ [یوسف: ۹۲]

چنانچہ یعقوب علیہ السلام چونکہ اسم کے درجے پر فائز تھے، اس لیے انھوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تھا:

﴿سَوْفَ أَسْتَغْفِرُكُمْ رَبِّي﴾ [یوسف: ۹۸]

”میں تمھارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا۔“

۱۱: لاہوت اور ناسوت علم کلام کی اصطلاحیں ہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات (لاہوت) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (ناسوت) میں حلول کر گئی تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات میں لاہوت اور اللہ تعالیٰ کے انسانی روپ کو ناسوت قرار دیتے ہیں۔ اسی سے ملتا جلتا نصیریوں کا عقیدہ بھی ہے۔

۱۲: یہ اصطلاح ”تقیہ“ کے نام سے معروف ہے۔

۱۳: ”الانزع“ سے مراد بہادر، بے باک اور نڈر ہے۔

۱۴: ”البطین“ شیعہ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب اس لیے ہے کہ آپ کے سیدہ مبارک میں علم کی اس قدر کثرت تھی کہ اس کا اثر آپ کے پیٹ پر ہوا اور آپ کا پیٹ

بڑھ گیا: از دھم العلم فی بطنہ فکبر۔ (عیون الاخبار للرضا)

نصیریوں کے یہ عقائد ذکر کرنے کے بعد علامہ شیخ شہاب الدین رحمہ اللہ مندرجہ ذیل سوالات اٹھاتے ہیں:

- ۱..... کیا اہل اسلام کے لیے ان سے مناکحت جائز ہے؟
- ۲..... ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے؟
- ۳..... ان کے ذبیحہ کے معدہ سے بنے ہوئے پیر کا کیا حکم ہے؟
- ۴..... ان کے برتنوں اور ان کے لباس کا کیا حکم ہے؟
- ۵..... کیا انھیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے؟
- ۶..... اسلامی حکومت ان لوگوں کو اسلامی سرحدوں پر مامور کر سکتی ہے یا نہیں؟

- ۷..... ان خدمات کے عوض کیا مسلمانوں کے بیت المال سے انھیں مصارف ادا کیے جاسکتے ہیں۔
- ۸..... ان بد باطن لوگوں کا خون اور ان کے اموال مباح ہیں یا نہیں؟

- ۹..... کیا تاتار و انگریز سے جہاد کرنا افضل ہے یا ان لوگوں کے عقائد باطلہ کی بناء پر، ان کی فتنہ بازیوں اور شرانگیزیوں سے محفوظ رہنے کے لیے ان سے جہاد کرنا افضل ہے؟
- ۱۰..... کیا یہ ضروری ہے کہ ان کے عقائد کی تشہیر کر کے ان کے عقائد کا بطلان کیا جائے اور انھیں اسلام کی دعوت دی جائے تاکہ ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ اس کفر عظیم سے نکال کر مشرف بہ اسلام کر دے یا ان کے عقائد سے واقفیت کے بعد ان سے تغافل و تساہل برتنا اور ان کے معاملہ کو مخفی رکھنا چاہیے؟

- ۱۱..... ان سے جہاد کرنے والے اور ان کے خلاف اسلامی

”میں گواہی دیتا ہوں کہ حیدر کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس پر محمد ﷺ صادق و امین حجاب ہیں۔ اور حیدر تک پہنچنے کا راستہ صاحب قوت سلمان ہیں۔“ (العیاذ باللہ)

۱۲: علاوہ ازیں وہ پانچ ایتام اور ۱۲ اماموں کی امامت و معصومیت کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں، جن کے نام ان کی کتب سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ ان ائمہ کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ رب، حجاب اور باب کی معیت میں ہر گھر کے اندر ظاہر ہوتے ہیں۔

۱۳: (معاذ اللہ، معاذ اللہ) وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ”ابلیس الأبالسہ“ یعنی سب سے بڑا ابلیس قرار دیتے ہیں، ان کے عقیدے کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ابلیسیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔<sup>۱۰</sup> اور یوں یہ ترتیب بھی نیچے تک چلی جاتی ہے۔ العیاذ باللہ

۱۴: مذکورہ اصولوں پر مبنی پھر ان کے کئی دوسرے فروعی و تفصیلی مسائل ہیں۔ یہ ملعون گروہ شام کے بڑے حصے پر قابض رہا ہے اور ان کے یہ ملحدانہ عقائد معروف و مشہور تھے۔ جب تک انگریز ساحلی ممالک پر قابض رہا، ان کے حالات لوگوں سے پوشیدہ رہے، تا آنکہ علمائے اسلام اور سنجیدہ قسم کے لوگوں نے ان کے اسرار اور مخفی عقائد سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے ان سے روابط قائم کیے اور اس طرح ان کے پوشیدہ اور گمراہ کن عقائد کا بھانڈا پھوٹ گیا اور لوگوں کو ان کے حالات کا علم ہونے کے بعد ان (نصیریوں) کے دور و بال کا آغاز ہوا۔

۱۱ اصل میں نصیری اور دوسرے تمام باطنی فرقوں (جو کہ پہلے سیاسی جماعتیں تھیں اور بعد میں مذہبی گروہوں کی حیثیت اختیار کر گئے) کی تعلیمات کے بانی و مؤسس مجوسی ہیں۔ اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کریں، اس کے خلاف اپنے بغض و عناد کا اظہار کریں اور مسلمانوں سے اس بات کا انتقام لیں کہ انھوں نے اسلام کی برکت سے فارس پر قبضہ کیا، جہاں انھوں نے شرک کی جلتی ہوئی آگ کو بجھایا۔ اور چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فارس کو فتح کرنے کے لیے لشکر تیار کیا اور اس کی فتح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مکمل ہوئی تھی، اس لیے وہ ان حضرات کے خلاف اپنے خبیث باطن کا اظہار جی بھر کے کرتے ہیں۔ جب کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تعظیم پر وہ صرف اس لیے زور دیتے ہیں کہ آپ فارسی الاصل تھے۔ تاہم ان کے ملحدانہ اور گمراہ کن نظریات کے باوجود خلفائے راشدین کی عظمت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ و پابندہ رہے گی، ان شاء اللہ۔

سرحدوں کی نگرانی والے کا کیا اجر ہے؟

**جواب:** ان تمام سوالات کے جوابات شیخ الاسلام امام ابن

تیمیہ رحمۃ اللہ یوں دیتے ہیں:

نصیری مشرکین، نصاریٰ اور یہودی نسبت

کفر میں بڑھے ہوئے ہیں

۱۔ نصیری لوگ قرامطہ اور باطنیہ کا بویا ہوا بیج ہیں:

یہ لوگ یہود و نصاریٰ اور تاتار و انگریز سے بھی زیادہ امت محمدیہ کے لیے نقصان دہ ہیں۔ کیونکہ یہ اہل تشیع کا لبادہ اوڑھ کر اہل بیت سے قرابت کے نقاب سے اپنا چہرہ چھپا کر اور اپنے تئیں مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کے درمیان رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی ریشہ دوانیوں سے اسلام کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ان کا نہ اللہ پر ایمان ہے، نہ اس کے رسول ﷺ پر اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے اوامر و نواہی پر۔ اسی طرح ثواب و عقاب، جنت و دوزخ اور نبی اکرم ﷺ سے قبل کسی مسلمان کی ان کے نزدیک کوئی حقیقت و حیثیت نہیں ہے، ادیان و ملل سابقہ میں سے یہ لوگ کسی بھی دین اور ملت کو نہیں مانتے اور کتاب الہی کی اپنے مذموم عقائد اور مزعومہ علم باطن کے مطابق تاویل کرتے ہیں۔

۲۔ نصیری ملحد اور بے دین ہیں:

اسمائے ربانی اور کلام پاک کی تحریف کرتے ہیں یہ لوگ حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کا اصل مقصود ایمان و شریعت کا انکار ہے جب کہ ظاہر اشراک اسلام کی حقیقت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک پانچ نمازوں سے مراد ان کے پوشیدہ عقائد کو پہنچانا ہے، روزوں سے مراد ان مخفی عقائد کو صیغہ راز میں رکھنا ہے۔ اور حج بیت اللہ کا مفہوم ان کے عقیدے کے مطابق اپنے شیخ کی زیارت کرنا ہے۔ شیخین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو یہ ابولہب کے دو ہاتھ ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾ قرار دیتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ”النَّبأ العظيم والامام المتقين“ یعنی عظیم خبر اور صاحب قوت امام مانتے ہیں۔

۳۔ نصیری اسلام کے دشمن ہیں:

ان لوگوں نے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اپنے بغض و نفاق کا اظہار کرنے کے لیے کئی تصنیفات کی ہیں۔ علاوہ ازیں انھیں جب بھی موقع ملتا ہے، یہ لوگ مسلمانوں کا خون بہانے سے دریغ نہیں کرتے۔ انھوں نے ایک مرتبہ حجاج کرام کو قتل کر کے بر زمزم میں پھینک دیا تھا، پھر یہ لوگ حجر اسود کو اٹھالے گئے جو ایک عرصہ تک ان کے پاس رہا۔ انھوں نے لاتعداد مسلمان علماء و امراء کو شہید کیا۔ علمائے اسلام نے ان کا نقاب فریب اتارنے کے لیے اور ان کے مخفی عقائد کو طشت از بام کرنے کے لیے کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں انھوں نے ان کے کفر والحادی و ضاحت کی ہے کہ وہ ہندو برہمنوں، جو کہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں، سے بھی بڑھ کر کافر ہیں۔

۴۔ نصیری بیت المقدس پر قبضہ اور سقوط خلافت عباسیہ کا سبب ہیں:

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ ساحل شام پر نصاریٰ ان کی طرف سے قابض ہوئے کیونکہ یہ شروع ہی سے مسلمانوں کے مقابلے میں نصاریٰ کا ساتھ دیتے چلے آئے ہیں، ان کے نزدیک مسلمانوں کی تاتار پر فتح سب سے بڑا المیہ ہے اور مسلمانوں کی مغلوبیت سب سے بڑی عید! مسلمانوں کے بلاد و امصار ان کے قبضے میں رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جزیرہ قبرص فتح کر دیا۔

ساحل شام پر ان کی کثرت ہوئی تو یہ علاقہ نصاریٰ کے قبضہ میں آ گیا، پھر صلیبیوں کے بیت المقدس پر قابض ہونے میں انھوں نے جو کردار ادا کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی جیسے مجاہدین پیدا کیے۔ جنھوں نے نصاریٰ سے اپنے علاقے واپس لیے اور ارض مصر کو بھی، جس پر صلیبی دوصدیوں سے قابض چلے آ رہے تھے، فتح کیا۔ مسلمانوں کی ان کامیابیوں کو دیکھ کر نصیریوں اور صلیبیوں نے آپس میں گٹھ جوڑ کر لیا۔ مگر مجاہدین اسلام کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور یوں مصر و شام میں

پھر سے اسلام کی دعوت پھیلنے لگی۔

تاتاری بغداد میں انھی نصیریوں کے ذریعے سے داخل ہوئے اور سقوط بغداد کا المیہ پیش آیا۔ اس سلسلہ میں نصیر طوسی کا کردار ڈھکا چھپا نہیں تھا جو ان کا سرکردہ امام اور وزیر تھا۔

۵۔ نصیری فرقے کے دیگر نام:

(۱) ملاحدہ۔ (۲) قرامطہ۔ (۳) باطنیہ۔ (۴) اسماعیلیہ۔

(۵) نصیریہ۔ (۶) حزمیہ۔ (۷) حمرۃ۔

ان اسماء میں سے بعض ان کے عمومی نام ہیں اور بعض خصوصی جو ان کے مختلف اصناف کو ان کے نسب، مذہب اور وطن وغیرہ کے لحاظ سے ممتاز کرتے ہیں اور جن کے مقاصد بڑے طویل ہیں۔

۶۔ نصیری، ظاہر میں رافضی اور باطن میں کافر محض:

یہ لوگ ظاہر میں رافضی اور باطن میں کافر محض ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حتیٰ کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، کسی پر بھی ایمان نہیں رکھتے، نہ ہی تورات و انجیل اور قرآن کریم پر ان کا ایمان ہے۔ نہ تو عالم کا کوئی خالق مانتے ہیں اور نہ ہی روز جزا پر ان کا یقین ہے۔ کبھی یہ اپنے مذہب کی بنیاد فلسفیانہ نظریات پر رکھتے ہیں اور کبھی مجوسیوں کے عقائد پر جو کہ آگ کی پرستش کرتے ہیں۔ تاہم رفض کا لبیل لگا کر انبیاء کرام علیہم السلام کے کلام سے استدلال بھی کرتے ہیں یا تو خود اپنی طرف سے احادیث وضع کرتے ہیں اور یا رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ الفاظ میں اخوان الصفا کی طرح تحریف کرتے ہیں۔

انھوں نے ارسطو کی متابعت میں ایک حدیث وضع کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اول ما خلق الله العقل .

”سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا کیا۔“

حالانکہ یہ الفاظ تمام محدثین کے نزدیک موضوع ہیں۔ اور اصل حدیث یوں ہے (جو خود بھی موضوع ہے):

ان الله لما خلق العقل فقال له اقبل فاقبل

فقال له ادبر فادبر ا .

”جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا: ”آگے بڑھ۔“ تو وہ بڑھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”واپس جا۔“ تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔“

لیکن چونکہ ارسطو کے نزدیک سب سے پہلی چیز جو کائنات میں وجود پذیر ہوئی وہ عقل ہے۔ نصیریوں نے اس کی اتباع میں اپنی طرف سے یہ حدیث گھڑ لی۔

ان کے باطل عقائد سے مسلمانوں کے بہت سے فرقے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اگرچہ یہ ”ناموس اعظم“ (جس کی تشریح آگے آ رہی ہے) پر یقین نہیں رکھتے تاہم ان کے عقائد میں نصیریوں کے الحادی عقائد ضرور شامل ہو گئے۔

۷۔ استہزاء باللہ:

”الناموس الاعظم“ اور ”البلاغ الاکبر“ ان کے نزدیک ایسی اصطلاح ہے جس کا اقرار کرنے کے بعد یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس پر ایمان رکھنے والوں کی توہین اور ان سے استہزاء کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض تو اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک اپنے پاؤں کے نیچے لکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ شریعت الہیہ اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے انکار ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے متعلق یہ بدعقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام قیادت و رئاست کے طالب تھے، چنانچہ ان میں سے کچھ تو حصول قیادت میں کامیاب ہو گئے مثلاً موسیٰ اور محمد ﷺ۔ اور بعض کو اس سلسلے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ قتل کر دیے گئے مثلاً مسیح علیہ السلام۔

اسی طرح یہ لوگ اس درجہ ”الناموس الاعظم“ پر پہنچنے کے بعد نماز، زکاۃ، روزہ، حج، محارم سے نکاح نہ کرنے اور تمام فواحش سے اجتناب کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔

اس فرقے میں ایک دوسرے کو پہنچانے کے لیے مخصوص اشارات اور خاص علامات ہیں۔ اگر وہ کسی ایسے ملک میں ہوں جہاں اہل ایمان کی کثرت ہو تو اپنے عقائد کو مخفی رکھتے ہیں، لیکن جہاں ان کی تعداد زیادہ ہو تو پھر انھیں پہچاننے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔

کے پابند تھے اور میدان جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ دیتے تھے اور دین اسلام کے خلاف کوئی ظاہر بات بھی نہیں کرتے تھے لیکن چونکہ ان کے دلوں میں نفاق تھا اس لیے ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا تھا تو پھر یہ لوگ جو ہمیشہ ملحدوں اور زندقوں کا ساتھ دیتے اور کفر والحاد کا اظہار بھی کرتے ہیں تو ان کی نماز جنازہ کیونکر جائز ہو سکتی ہے؟

۱۰۔ انھیں سرحدوں کی حفاظت پر مامور کرنا جائز نہیں ہے:

جہاں تک ان لوگوں کو مسلمان ممالک کی سرحدوں، مورچوں اور قلعوں پر مامور کرنے کا تعلق ہے تو یہ بھیڑیے کو بکریوں کی حفاظت پر مامور کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اسلامی مملکت میں فتنہ و فساد پھیلانے کے خواہاں اور اس کے لیے ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔

چنانچہ انھیں جب بھی موقع ملتا ہے، یہ مسلمانوں کے قلعوں اور چوکیوں کو دشمنوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر وقت اسلامی لشکر میں انتشار پھیلانے اور حاکم وقت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ لہذا حکومت کا فرض ہے کہ انھیں فوراً فوج کی آسامیوں سے برطرف کر دے اور اگر ممکن ہو سکے تو انھیں عام فوجیوں کی فہرست سے بھی نکال باہر کرے اور ان کی جگہ مسلمانوں کے خیر خواہ اور ایمان دار افراد کا تعین کرے۔ یہ لوگ پوری ملت اسلامیہ کے خائن ہیں اس لیے اس سلسلے میں حکومت کے لیے تاخیر بالکل جائز نہیں ہے۔ تاہم اگر ان کی خدمات ناگزیر ہوں اور یہ اپنی ڈیوٹی پوری طرح انجام دیں تو ضروری نہیں کہ ان کو اجرت مثل ہی دی جائے بلکہ بہتر یہ ہے کہ ان کو فقط اتنی ہی اجرت دی جائے جس قدر ان کا کام ہو اور اگر وہ کوئی کام نہ کریں تو ان کو کچھ نہ دیا جائے۔

۱۱۔ ان کا مال اور خون مباح ہے:

نصیریوں کا مال مسلمانوں کے لیے مباح اور ان کا خون رائیگاں ہے۔ اگر وہ توبہ کا اظہار کریں تو اسے قبول کرنے یا قبول نہ کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جو قبول کرنے کے قائل ہیں وہ بھی یہ شرط لگاتے

۸۔ ان سے مناکحت اور ان کا ذبیحہ حرام ہے:

علمائے اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ان لوگوں سے شادی بیاہ کے معاملات طے کرنا جائز نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ اور جہاں تک ان کے ذبیحہ کے معدہ سے بنے ہوئے پیر کا تعلق ہے تو اس کے متعلق علماء کے دو مشہور اقوال ہیں۔

ایک قول تو یہ ہے کہ اس کا حکم وہی ہے جو عام مردار اور مجوس و انگریز کے ذبیحہ کا حکم ہے۔ اور ان کا ذبیحہ بالاتفاق ناپاک ہے کیونکہ یہ لوگ جانوروں کو ذبح نہیں کرتے۔

جب کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ایک قول کے مطابق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ پیر حلال ہے اس لیے کہ ان کے خیال میں جانور کی موت سے اس کے معدہ کی موت واقع نہیں ہوتی۔ چنانچہ میت کا معدہ ان کے قول کے مطابق پاک ہے۔

لیکن امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوسرے قول کے مطابق یہ پیر نجس ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک مردار جانوروں کے معدے بھی نجس ہیں۔ اس لیے کہ ان معدوں سے خارج ہونے والی رطوبات نجاست آلود ہوتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چونکہ نصیریوں کا ذبیحہ کھانا ناجائز ہے اس لیے ان کے ذبیحہ اور مردار میں کوئی فرق نہیں ہے۔

بہر حال تمام ائمہ کرام اپنی اپنی رائے کی تائید کے لیے آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے استدلال کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مجوس کے ذبیحہ سے تیار شدہ پیر استعمال میں لاتے تھے۔ جب کہ امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجوس کے ذبیحہ سے نہیں بلکہ نصاریٰ کے ذبیحہ سے جو کہ اہل کتاب ہیں تیار شدہ پیر استعمال فرماتے تھے۔ بہر حال یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔

۹۔ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کا حکم:

انھیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے نہ ان کی نماز جنازہ ادا کرنا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین کی نماز جنازہ ادا کرنے سے منع فرما دیا گیا تھا، حالانکہ وہ بظاہر نماز روزہ



ہیں کہ ان کی کڑی نگرانی کی جائے کہ وہ شریعت اسلامیہ کے خلاف کوئی کام نہ کریں اور جو عدم قبول کے قائل ہیں، ان کا استدلال یہ ہے کہ چونکہ ان کے مذہب کی بنیاد تقیہ (یعنی اظہار خلاف مافی الضمیر) ہے۔ اس لیے یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں کہ انھوں نے واقعتاً توبہ کی ہے یا نہیں؟ بہر حال اس سلسلے میں احتیاط ضروری ہے۔ ان کا مال بطور فتنے کے بیت المال میں شامل کر لیا جائے گا۔

۱۲۔ ان کی سخت نگرانی کی جائے اور اسلحہ ان کے سپرد نہ کیا جائے:

نصیریوں کو کسی ایک جگہ مل بیٹھنے کی اجازت نہ دی جائے نہ ہی اسلحہ ان کے سپرد کیا جائے۔ انھیں نماز، تلاوت قرآن اور دوسرے اسلامی امور کا پابند کیا جائے اور علمائے کرام کے ذریعے اسلام کی تعلیم دی جائے تاکہ وہ نصیریوں اور ان کے مخفی معلم کے درمیان حائل رہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب مرتدین پر قابو پایا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان مرتدین سے فرمایا کہ ”تم دو باتوں میں ایک کو پسند کر لو۔ جنگ اور یا پھر رسوا کن صلح۔“ انھوں نے پوچھا: ”رسوا کن صلح سے کیا مراد ہے؟“ آپ نے جواب فرمایا:

”تم ہمارے مقتولین کی دیت دو گے مگر ہم نہیں دیں گے، تمہیں اس بات کا اقرار کرنا ہوگا کہ تمہارے مقتول جہنمی اور ہمارے شہداء جنتی ہیں، تمہارے اموال میں سے ہمیں جو کچھ ملے وہ ہم آپس میں تقسیم کر لیں گے لیکن تمہیں ہمارا مال واپس کرنا ہوگا، تم سے اسلحہ چھین لیا جائے گا اور گھوڑے پر سوار ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور تمہیں اونٹوں کا پیچھا کر کے زندگی بسر کرنا پڑے گی۔“

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ان پیش کردہ شرائط پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے موافقت کی، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جہاں تک ان سے مقتولین کی دیت لینے کا مسئلہ ہے تو وہ درست نہیں کیونکہ وہ تو شہداء ہیں اور ان کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا۔

پس دیت لینے کے مسئلے میں اگرچہ علماء کا اختلاف ہے تاہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے پر ہی عمل ثابت ہے۔ بہر حال جو شخص بھی مرتد ہو جانے کے بعد تائب ہو کر اسلام کا اظہار کرے گا اسے اسلحہ اٹھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلے سے ثابت ہے۔ کسی یہودی و نصرانی کو مسلمانوں کی فوج میں نہ رکھا جائے گا اور اگر ان کا کوئی سرکردہ شخص توبہ ظاہر کرے تو اسے ان سے الگ کر دیا جائے گا اور اسے کسی ایسے مقام پر بھیج دیا جائے گا جہاں صرف مسلمان بستے ہوں۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نصیب فرمائے یا وہ اپنے اسی نفاق کی حالت میں مر جائے۔

۱۳۔ نصیریوں سے قتال کا حکم:

نصیریوں سے جہاد کا حکم وہی ہے جو کہ مرتدین سے جہاد کا حکم ہے، یعنی ان سے جہاد کو، بے ضرر کفار و مشرکین سے جہاد کرنے پر ترجیح دی جائے گی۔ ان سے جہاد عظیم ترین فرض اور اس کا بہت بڑا اجر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مرتدین سے جہاد کرنے کو مشرکین اور اہل کتاب سے جہاد کرنے پر فوقیت دی تھی کیونکہ اس مال کی حفاظت نفع کی حفاظت سے مقدم ہوتی ہے۔ اور یہ اس لیے بھی کہ یہ لوگ ملت اسلامیہ کے لیے مشرکین و کفار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں۔

۱۴۔ ان کے عقائد کی پردہ پوشی جائز نہیں:

نصیریوں کے سلسلے میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ حسب استطاعت اپنا فرض پورا کرے۔ چنانچہ کسی شخص کے لیے ان کے حالات کو چھپانا جائز نہیں ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ ان کے اسرار سے پردہ ہٹائے اور ان کے مخفی عقائد سے لوگوں کو آگاہ کرے، جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لحاظ سے ایک بہت بڑا عمل اور جہاد کا ایک حصہ ہے، ارشادِ بانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ [التوبة: ۷۳]

”اے نبی ﷺ کفار و منافقین سے جہاد کیجیے۔“



چنانچہ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے، یا ان کے شر سے ملت اسلامیہ کو محفوظ رکھنے کے لیے حتی المقدور تعاون اور کوشش کا اس قدر اجر و ثواب ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ ارشاد الہی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ

بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

”تمہیں بہترین امت اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے اور انہیں برائی سے روکتے ہو۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”تم بہترین امت ہو، تم لوگوں کو زنجیروں اور پتھڑیوں میں

جکڑے ہوئے لاتے ہو اور اسلام میں داخل کر دیتے ہو

(یعنی امر بالمعروف کے ذریعے سے۔)“

جہاد اور امر بالمعروف سب سے افضل عمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ

وَزُرَّةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ .))

”اسلام رأس الامر ہے، نماز اس کا ستون ہے اور جہاد فی

سبیل اللہ تعالیٰ اس کی چوٹی اور بلندی ہے۔“

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَّ فِي الْجَنَّةِ مَائَةَ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ الدَّرَجَةِ إِلَى

الدَّرَجَةِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ أَعَدَّ اللَّهُ

عِزَّ وَجَلَّ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ .))

”جنت میں سو درجات ہیں، ایک درجے سے دوسرے

درجے تک کا فاصلہ اتنا ہی ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے

مابین۔ اللہ تعالیٰ نے یہ درجات مجاہدین فی سبیل اللہ کے

لیے تیار کر رکھے ہیں۔“

نیز فرمایا:

((رِبَاطُ يَوْمٍ وَلِيْلَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ

صيام شهر و قيامه .))

”جہاد میں گزرا ہوا ایک دن اور ایک رات ایک ماہ کے صیام

وقیم سے بہتر ہے۔“

جہاد حج اور عمرہ سے بھی افضل ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

كَمَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ

اللَّهِ لَا يَسْتَوِينَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

الظَالِمِينَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي

سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ

اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ

بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ

مُقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ

عَظِيمٌ ۝﴾ [التوبة: ۱۹-۲۲]

”کیا تم نے حابیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس

جیسا بنا دیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ

کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں ہیں اور اللہ

ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور

انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور

اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ

بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب انہیں اپنی

طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضامندی اور ایسے باغوں کی

خوش خبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی

نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے

شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

وصلاته وسلامه علی خیر خلقه سیدنا

محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین .

(بہ شکر یہ ماہنامہ ”محدث“ لاہور)

## اسلامی تہذیب میں لباس کا تصور

محمد سعود عالم قاسمی

ہوگئی۔ اس تبدیلی کے لیے نہ کسی ضابطہ اور قانون کی ضرورت تھی اور نہ مینٹنگ اور قرارداد کی، بلکہ لاشعوری اور تدریجی طور پر یہ عمل جاری رہا تا آنکہ لباس انسان کے فکر و ذہن عزم و عمل اور ترقی و پستی کا نمائندہ سمجھا جانے لگا۔

چنانچہ نوبت یہ ہے کہ عہد رفتہ کی طرح لباس اب محض جسم کا ایک خول نہیں کہ جس کے اندر انسان اپنا وجود چھپا لیتا ہے، اور بس! بلکہ وہ فرد اور معاشرہ کی نفسیات، معاشی حالات، طرز معاشرت، اخلاقی و مذہبی تصورات، قومی روایات، تہذیب و تمدن، فطری مذاق اور صنعت و حرفت کا نقیب اور اسی کا ترجمان ہے۔ نیز ان تمام چیزوں کا اثر واضح طور پر لباس پر محسوس کیا جاسکتا ہے، گویا لباس کا مطالعہ مجرد لباس کا مطالعہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ تہذیب کے اس مظہر کا مطالعہ بن گیا ہے، جس کے اندر انسان معیار حسن و قبول، ذوق طبع اور مندرجہ بالا حقائق کا اظہار کرتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے دیکھیے تو بھی لباس محض پوشاک نہیں جو کپڑے کے علاوہ اپنی کوئی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ وہ انسان کے ظاہر و باطن سے گہری مناسبت رکھتا ہے۔ اسلام کے نزدیک لباس کے سارے عوامل و محرکات بجا ہیں، وہ لباس کی تہذیبی و تمدنی حیثیت کو بھی تسلیم کرتا ہے اور سیرت و کردار کی تشکیل اور شخصیت کی تکمیل میں لباس کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کرتا ہے۔ اسلام کے نزدیک لباس کے بنیادی محرکات تین ہیں:

۱: سردی و گرمی کے مضر اثرات سے حفاظت، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلْ لَّكُمْ سَرَابِیلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِیلَ تَقِیْکُمُ بِأَسْکُمُ کَذَٰلِکَ یُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسَلِّمُونَ﴾ [النحل: ۸۱]

لباس انسان کی بنیادی ضرورت بھی ہے اور مظاہر تہذیب و تمدن کا اہم ترین عنصر بھی۔ تہذیب جن جن مظاہر میں جلوہ گر ہو کر اپنی شناخت حاصل کرتی ہے، لباس کو ان میں غیر معمولی مقام حاصل ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ”الناس باللباس“ لوگوں کی پہچان لباس سے ہوتی ہے اور یہ بہت حد تک صحیح ہے، لباس کو دیکھ کر لوگوں کے مزاج، ذوق اور احوال کا پتا لگایا جاسکتا ہے۔ معاشرتی زندگی کے ابتدائی ایام کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں لوگوں کے لباس، مزاج اور طبیعتوں، عادات و اطوار کے مختلف ہونے کے باوجود تقریباً یکساں تھے۔ اس زمانہ میں لباس کی یکسانیت کے پیچھے کوئی تہذیبی یا تمدنی عامل نہیں ہوتا تھا بلکہ جہاں تک میرا خیال ہے کہ وسائل و ذرائع کی کمی اجتماعی شعور کا ابتدائی منزل میں ہونا اور اسرار کائنات سے کم واقف ہونا ہی اس کے عوامل تھے، یا یہ کہ سردی گرمی سے جسم کی حفاظت اور شرم و حیا کے فطری جذبات صرف پوشاک کا مطالبہ کرتے تھے، اسی بنا پر عہد رفتہ کے انسانوں کو اس سے کم دلچسپی رہتی تھی کہ ان کا لباس کس قرینے اور کتنے زاویے کا ہو۔ جب کہ یہ بات وہ خوب ملحوظ خاطر رکھتے تھے کہ ان کا پورا جسم یا جسم کا بیشتر حصہ چھپا رہے۔ البتہ اس وقت بھی اتنا اختلاف تھا کہ گرم علاقوں کے باشندے ہلکے اور باریک لباس پہنتے تھے، جب کہ ٹھنڈے علاقوں میں بسنے والوں کو نسبتاً گرم اور موٹے لباس کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس جغرافیائی ضرورت نے لباس میں بہت حد تک تبدیلی کر دی تھی، مگر اس اختلاف سے کوئی تہذیبی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا تھا۔

رفتہ رفتہ حالات بدلتے چلے گئے۔ انسان کو تہذیب و تمدن کے میدان میں خاص ترقی حاصل ہوئی، اس کو وسیع ترین ذرائع اور وسائل حاصل ہوئے۔ فکری بلندی کو عملی جامہ پہنانے کے مواقع میسر آئے تو انسان کے طرز زندگی اور معیار حیات میں بھی تبدیلی آنی شروع

”اور تمہیں ایسی پوشاکیں بخشیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ دوسری پوشاکیں جو جنگ میں حفاظت کرتی ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم تابع فرمان بن جاؤ۔“

۲: شرمگاہ اور دیگر نازک مقامات کی پردہ پوشی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَاۤ اٰدَمُ لَا يَفْتِنَنَّكَ الشَّيْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اٰبَوٰیكَمُ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْۤاٰتِهِمَا﴾ [الأعراف: ۲۷]

”اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان پھر تمہیں اسی طرح فتنہ میں مبتلا کر دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا یا تھا اور ان کے لباس ان پر سے اتروا دیے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے۔“

۳: زینت و زیبائش۔ ارشاد ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَاۤ اٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَمُ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْۤاٰتِکُمْ وَ رِیْشًا وَ لِبَاسَ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ﴾ [الأعراف: ۲۶]

”اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے تاکہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہاری زینت کا ذریعہ ہو۔ اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔“

حسب ترتیب مذکورہ آیات میں بتایا گیا ہے کہ لباس انسان کے لیے اللہ کی نعمت ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ وہ موسمی اثرات سے جسم کی حفاظت کرتا ہے اور یہ کہ جنگ کے مواقع پر بھی کام آتا ہے۔ لباس انسان کی شرم و حیا کے فطری جذبات اور اس کے داعیہ کا مقتضی ہے۔ مگر شیطان کی سازش یہ ہے کہ وہ کسی طرح انسان کو لباس سے بے نیاز کر دے۔ تاکہ اس کی شرمگاہیں ایک دوسرے پر وا ہو جائیں۔ اور اس طرح انسان کی عزت و آبرو مجروح ہو۔ لباس انسان کی ستر پوشی کرتا ہے اور سب سے موزوں بات یہ ہے کہ وہ انسان کی زینت ہے۔

اسلام نے لباس کو زینت قرار دے کر دراصل تہذیب انسانی سے لباس کے تعلق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ جس معاشرہ میں زینت کا جو تصور ہوگا وہاں لباس کی ہیئت وضع قطع اسی انداز کی ہوگی، مثلاً مغربی معاشرہ میں زینت کا تصور نیم برہنگی بلکہ عریانیت ہے کہ انسان اپنے جسم کے انگ انگ اور بدن کے نشیب و فراز کی نمائش کرے۔ تو وہاں لباس کا معیار بھی یہ ہے کہ وہ چست تنگ، مخصوص حصوں پر چپکا ہوا اور نیم عریاں ہوتا ہے۔ مبادا کسی مزاح نگار کے بقول ”مردوں کی ٹائی سے عورتوں کی ستر پوشی ہو سکتی ہے۔“ اس کے برخلاف اسلامی معاشرہ میں زینت کا تصور یہ ہے کہ انسان کا وقار اس کی موزونیت، اس کی شرافت اور شائستگی اور قدرت کی نعمت کا اظہار ہو تو مسلمانوں کا لباس بھی اس تصور کا نمائندہ ہے اور اس کا معیار یہ ہے کہ جسم کے بیشتر حصے چھپ جائیں۔ چنانچہ اسلام کا منشا بھی یہ ہے کہ لوگ لباس کو محض ایک خول تصور نہ کریں، بلکہ اس کی زینت والی حیثیت کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ اپنے بندوں کو نماز کے لیے بلاتا ہے تو اس کو پوری زینت اختیار کر کے آنے کا حکم دیتا ہے۔

﴿خُذُوا زَیْنَتَکُمْ عِندَ کُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [الأعراف: ۳۱]

”ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔“

اور یہ تو حقیقت ہے کہ جب تک انسان لباس کو زینت نہ تصور کرے وہ اپنی تہذیب و تمدن سے اس کا رشتہ جوڑ ہی نہیں سکتا۔ سوال یہ ہے کہ اسلام کوئی نسلی، جغرافیائی اور علاقائی مذہب نہیں بلکہ آفاقی اور بین الانسانی ہے۔ اس لیے اس کی تہذیب بھی جغرافیائی اور نسلی حدود سے ماوراء ہوگی اور آفاقی ہوگی۔ مگر ظاہر ہے کہ مسلمان کسی ایک خطہ ارضی میں نہیں بستے بلکہ دنیا کے طول و عرض میں بکھرے ہوئے ہیں اور ان میں جغرافیائی، علاقائی، موسمی، معاشرتی ضرورت اور حرفت اور پیشہ کے بے شمار اختلافات ہیں۔ ان فطری اختلافات کے ہوتے ہوئے کسی ایک لباس کا (جو اسلامی تہذیب کا نمائندہ ہو اور اسلام کے شرائط پورے کرتا ہو) سب کے لیے موزوں ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ ایسی صورت میں لباس کے اندر اسلامی تصور کو تلاش

کرنا ایک کارِ عبث ہوگا۔ کیونکہ کسی بھی نقطہ نظر کے مطابق لباس کی ایک ہی ہیئت ہو سکتی ہے۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے اور بقول T.S Eliot کسی آفاقی مذہب کا کوئی مخصوص کچر (لباس) نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر کچر اس کا اپنا کچر ہے بشرط کہ وہ اس کے مزاج کے مطابق ہو۔ یہ بات اسلامی تہذیب کے متعلق سو فی صدی صحیح ہے۔ اسلامی تہذیب کے مطابق لباس کے ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسلام کسی مخصوص وضع کے لباس اور مخصوص طرز کی پوشاک کو متعین کرنے کے حق میں ہے۔ مبادا اس کے علاوہ دوسرے تمام لباس غیر اسلامی قرار پائیں۔ ہاں البتہ یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ انسان کی حیثیت عرفی کے لحاظ سے بہت سے لباس موزوں اور مناسب نہیں ہوتے اگر تحدید و تعین کا کوئی فارمولہ دیا جائے تو ایسی صورت میں اسلام کی آفاقیت مشتبہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ بلکہ اسلام دنیا کے تمام خطوں اور گہواروں کی پوشاکوں کو جو بمقتضائے حالت ہیں، مسلمانوں کا لباس تسلیم کرتا ہے، بشرط کہ وہ اسلامی تہذیب کے مزاج سے اختلاف نہ رکھتے ہوں۔ دنیا کا کوئی بھی لباس غیر اسلامی نہیں کہا جاسکتا، اگر اس کی اسلام کے اصولوں کے مطابق اصلاح کر دی جائے اور مسلمانوں کے سارے لباس غیر اسلامی ہوں گے اگر وہ اسلامی اصولوں سے انحراف کر جائیں چنانچہ جب اسلام عرب کے جاہلی معاشرہ میں رونما ہوا تو اس نے جہاں دیگر رسوم و رواج اور عادات و اطوار کو مناسب اصلاح و ترمیم کے ساتھ قائم رکھا اور جو مشرکات تھیں، ان کو مٹا دیا وہیں اسی طرح کا معاملہ لباس کے ساتھ بھی کیا۔ موزوں اور ضروری اصلاح کے بعد جاہلیت کے لباس اسلامی لباس بن گئے۔

رہا یہ سوال کہ وہ اصول و ضوابط کیا ہیں جن سے مزاج تہذیب کا پتا لگایا جاسکے، تو اس سلسلے میں مندرجہ ذیل ہدایتیں ہم کو قرآن و حدیث سے ملتی ہیں۔ اور یہ براہِ راست اسلامی تہذیب کے اجزاء ہیں۔

۱: پہلا حکم یہ ہے کہ لباس انسان کا ستر پوش ہو، جس میں کم از کم ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ چھپا رہے، یہ حکم مردوں کے لیے ہے۔ عورتیں ہاتھ پاؤں اور چہرے کے علاوہ جسم کے دوسرے

تمام حصوں کو ڈھانکیں۔

۲: ایسا لباس نہ ہو کہ اس میں انسان کا جسم جھلکے اور کپڑا بہن لینے کے

بعد انسان کے بدن کی نمائش ہوتی ہو۔ مشہور حدیث ہے:

عن عائشة ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی رسول اللہ ﷺ وعلیہا ثياب رقاق فاعرض عنها وقال يا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحيض لن یصلح ان یری منها الا هذا وهذا و اشار الی وجهه وکفیه . (ابوداؤد)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور وہ باریک کپڑا زیب تن کیے ہوئے تھیں تو آنحضور ﷺ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء جب لڑکی سن بلوغ کو پہنچ جائے تو اس کے لیے چہرہ اور ہتھیلی کے علاوہ جسم کے دیگر حصوں کا ظاہر ہونا جائز نہیں۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے:

عن علقمة بن ابی علقمة عن امه قالت دخلت حفصة بنت عبد الرحمن علی عائشة وعلیہا خمار رقیق فشقته عائشة وکستہا خمارا کثیفا . (موطا امام مالک)

”علقمة بن ابی علقمة اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ حفصہ بنت عبد الرحمن حضرت عائشہ کے پاس آئیں اور وہ باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو پھاڑ دیا اور موٹا دوپٹا اس کو اوڑھا دیا۔“

۳: کبر و غرور کا لباس نہ ہو، یعنی جو بھی پوشاک ہو وہ غرور و نخوت، خودنمائی اور تکبر کی علامت نہ ہو۔ جس کو پہن کر انسان کی نفسیات اور شخصیت منفی طور پر متاثر ہوتی ہو۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

من لبس ثوب شہرة فی الدنیا البسه اللہ ثوب مذلة یوم القیمة . (ابن ماجہ)

”ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا دنیا میں ریشم وہی شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم کو اپنے داہنے ہاتھ میں اور سونے کو بائیں ہاتھ میں رکھ کر فرمایا: ان ہذین حرام علی ذکور امتی .

(ابوداؤد، نسائی)

”یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔“

۵: مرد عورت کا لباس نہ پہنے اور نہ عورت مرد کا۔ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو الگ فطرت پر بنایا ہے۔ دونوں صفتوں کی ساخت میں بہت حد تک اختلاف ہے۔ اس لیے دونوں میں امتیاز کا ہونا انتہائی ناگزیر ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں اپنی اپنی فطرت اور مزاج و طبیعت کے مطابق لباس استعمال کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک دوسرے کا لباس اختیار کرنے سے سختی سے منع کیا ہے:

عن ابی ہریرۃ لعن النبی ﷺ الرجل یلبس لبسة المرأة والمرأة تلبس لبسة الرجل .

(ابوداؤد)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اس مرد پر لعنت بھیجی ہے جو عورت کا لباس اختیار کرتا ہے اور اس عورت پر لعنت بھیجی ہے جو مرد کا لباس پہنتی ہے۔“

لباس ہی کی طرح وہ شعار اختیار کرنا جو دونوں میں سے کسی ایک کے لیے خاص ہو، دوسرے کے لیے جائز نہیں۔

۶: ایسے لباس نہ ہوں جو شعار غیر اللہ کے لیے خاص ہوں اور ایسی چیزیں نہ استعمال کریں جو ان کی علامات ہوں، مثلاً وہ کپڑے جن پر صلیب کا نشان ہو یا بت وغیرہ کی تصویریں ہوں۔ زنا رہو یا کوئی بھی شے جو غیر اللہ کے لیے مخصوص ہوں، یہ سب مسلمانوں کے لیے ممنوع ہیں کیونکہ ان چیزوں کے استعمال سے غیر اللہ کی اطاعت اور احکام اللہ سے بغاوت لازم آتی ہے۔ جب کہ اللہ

”جو دنیا میں شہرت کا لباس زیب تن کرے گا اللہ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔“

تکبر میں یہ بھی داخل ہے کہ آدمی اپنی حیثیت سے زیادہ قیمتی لباس پہنے۔ اور یہ بھی تکبر میں داخل ہے کہ آدمی اپنا لباس ٹخنوں سے نیچے پہنے کہ زمین پر گھسٹا چلا جائے۔ آنحضور ﷺ نے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکنے پر سخت وعید سنائی ہے:

..... عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة .

(بخاری و مسلم)

”ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تکبر سے زمین پر کپڑا گھسیٹ کر چلے گا اس کی طرف قیامت کے دن اللہ نظر نہ کرے گا۔“

..... عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لا ينظر الله يوم القيامة الى من جر ازاره بطرا . (بخاری و مسلم)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہ کرے گا جو گھمنڈ سے کپڑا گھسیٹ کر چلتا ہے۔“

اگر کسی شخص کا سر دی کی وجہ سے یا کسی اور عارضہ کی وجہ سے کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو گیا ہے تو وہ اس حکم میں داخل نہیں۔ کما قال ابن حجر .

۴: ریشم چاندی اور سونا نہ پہنا جائے۔ لباس یقیناً زینت ہے مگر مردوں کے لیے ریشم اور سونا چاندی کے زیورات زینت نہیں بلکہ علامت نسوانیت ہیں۔ یہ لباس عورتوں ہی کو زیب دیتے ہیں۔ (چاندی کی انگوٹھی اس حکم میں داخل نہیں ہے۔) آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے:

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ انما يلبس الحرير في الدنيا من لا خلاق له في الاخرة . (بخاری)



اپنے بندوں کو سب سے ممتاز دیکھنا پسند کرتا ہے۔

۷: تفسیر کا لباس نہ ہو، یعنی ایسی پوشاک نہ پہنیں جو کفار و مشرکین ہی پہنتے ہوں، ایمان اور کفر و مضاف چیزیں ہیں، اس لیے ان کے اختیار کرنے والوں میں ایک واضح اور نمایاں فرق ہونا چاہیے۔ یہ فرق اور امتیاز نہ صرف مقام عبادت میں اور اظہار عقیدہ میں واضح ہو بلکہ زندگی کے غالب حصہ میں واضح ہونا چاہیے۔ چنانچہ اسلام اپنے پیروؤں کو خاص ہدایت کرتا ہے کہ وہ ایسے لباس نہ پہنیں جو مشرکوں کے ہوں، اور جن کو پہن کر ان کی اسلامی انفرادیت مشتبہ ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم . (ابوداؤد)

”جس نے دوسری قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا شمار انھی میں ہوگا۔“

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال رأى رسول الله ﷺ على ثوبين معصفرين فقال ان هذا من ثياب الكفار فلا تلبسهما .

(مسلم)

”عبداللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو دو گہرے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا کہ یہ کافروں کے لباس ہیں ان کو مت پہنو۔“

یہ حکم جس طرح فرد کے لیے ہے اسی طرح جماعت اور قوم کے لیے بھی، یعنی غیر قوموں کے لباس خواہ ایک مسلمان اختیار کرے یا مسلمانوں کی جماعت، بہر حال یہ پسندیدہ نہیں۔ ایک شخص یا ایک جماعت دوسری قوم کا لباس اس وقت اختیار کرتے ہیں جب وہ اس کو اعلیٰ تصور کرتے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اس کو کم تر تصور کرتے ہیں۔ گویا ان کی اپنی وضع قطع اور اپنا تہذیبی سرمایہ قابل فخر نہیں بلکہ قابل ترک ہے اور دوسروں کا قابل احترام۔ اس نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہو کر نہ فرد ترقی کرتا ہے اور نہ جماعت کو ترقی نصیب ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے تہذیبی دائرہ میں رہتے ہوئے احساس کمتری کا شکار

ہو جاتے ہیں اور دوسری تہذیب سے ہم آہنگ ہونے کی ذہنی کشش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پھر نہ تو وہ اپنی تہذیب کے حق میں مخلص رہتے ہیں اور نہ اس کے حق میں جس کو وہ اختیار کرنے کو بے قرار ہوتے ہیں۔ یہ چیز اسلام کے حق میں انتہائی نقصان دہ ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ دوسری قوم کی ہر چیز قابل ترک ہوتی ہے، اگر ایسا ہو تو تہذیب منجمد ہو کر رہ جائے گی۔ بلکہ ہر مفید اور مثبت چیز کا لینا مفید ہے بشرط کہ وہ اسلامی مزاج سے اختلاف نہ رکھتی ہو۔

۸: لباس پاک اور صاف پہنیں۔ اسلام میں طہارت اور پاکیزگی کا بڑا مقام ہے۔ اسلام کی سب سے بڑی عبادت نماز ہے جو بغیر طہارت کے مقبول نہیں ہوتی۔ پاکیزگی اور نظافت کو اتنا بڑا مقام حاصل ہے کہ آنحضور ﷺ نے اس کو بھی ایمان کا جز و قرار دیا ہے۔ جسم و روح کی پاکیزگی جس قدر مطلوب ہے اسی قدر لباس اور پوشاک کی پاکیزگی مطلوب ہے۔

آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے:

النظافة تدعو الى الايمان والايمان مع

صاحبه في الجنة . (طبرانی)

”نظافت ایمان کی داعی ہے اور ایمان اپنے ساتھی کو جنت میں لے جائے گا۔“

۹: گندے اور میلے کپلے لباس نہ پہنیں۔ حضور ﷺ نے اس پر سخت تنبیہ کی ہے:

عن جابر قال اتانا رسول الله ﷺ زائرا فرأى

رجلا شعثا قد تفرق شعره ، فقال ما كان يجد

هذا ما يسكن به رأسه ورأى رجلا عليه

ثياب وسخة فقال ما كان يجد هذا ما يغسل

به ثوبه . (احمد و نسائی)

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہم سے ملنے کو

تشریف لائے تو آپ کی نظر ایک پرانے شخص پر پڑی، جس

کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا اس کو سر



کیا ہے۔ اونٹ، گائے، بکری، گھوڑا اور غلام۔ فرمایا: جب اللہ نے تم کو مال دیا ہے تو تم پر اللہ کی نعمت کے اثر کا اظہار ہونا چاہیے۔“

وعن ابی مطر قال ان علیا اشتری ثوبا بثلاثة دراهم فلما لبسه قال الحمد لله الذی رزقنی من الریاش ما اتجمل به فی الناس وأواری به عورتی ثم قال هکذا سمعت رسول الله ﷺ یقول . (احمد)

”ابی مطر روایت کرتے ہیں کہ علی نے تین درہم میں ایک کپڑا خیر دا جب اس کو پہنا تو فرمایا اس اللہ کا شکر جس نے مجھ کو زینت عطا کی، جس کو میں پہن کر لوگوں میں بھلا لگتا ہوں اور جس کے ذریعے میں اپنی ستر پوشی کرتا ہوں۔ پھر فرمایا اسی طرح میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔“

قال رسول الله ﷺ لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر فقال رجل ان الرجل یحب ان یکون ثوبه حسنا ونعله حسنا فقال ﷺ ان الله جمیل یحب الجمال . (مسلم)

”حضور ﷺ نے فرمایا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے دریافت کیا، آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا عمدہ ہو اس کا جوتا عمدہ ہو (تو کیا یہ بھی کبر ہے؟) آپ نے فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال (خوب صورتی) کو پسند کرتا ہے۔“

مختصر یہ کہ کسی قوم کی بقا اور تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تہذیبی تشخص کو برقرار رکھے اور تہذیبی تشخص میں لباس کا جو مقام ہے اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ اور حضرت عمر کے بقول لباس وہی پسندیدہ ہے جس کو نادان لوگ گھٹیا نہ سمجھیں اور دانش مند لوگ عیب نہ نکالیں۔

جھاڑنے کے لیے کوئی چیز نہیں ملی۔ اسی طرح ایک اور شخص پر نظر پڑی، جس کے کپڑے گندے ہو رہے تھے۔ فرمایا: کیا اس کو کپڑا دھونے کے لیے کوئی چیز نہیں ملی۔“

۱۰: اللہ کو جس طرح کبر و غرور اور ریاء و سمع پسند نہیں ہے، اسی طرح اس کو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ انسان اپنے ذوقی جمال اور حسن طبیعت کو ختم کر دے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جو نعمتیں عطا کی ہیں، اُن کو اپنے بھونڈے پن سے غلط رخ دے دے، بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مومن کبر و غرور سے بچنے کے ساتھ ساتھ احساسِ کمتری اور پریشان حالی سے بھی دور رہے اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا بہترین استعمال اور اظہار کرے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدہ قال قال رسول الله ﷺ ان الله یحب ان یری اثر نعمته علی عبده . (ترمذی)

”عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اپنے بندوں پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند کرتا ہے۔“

عن ابی الاحوص عن ابیه قال اتیت رسول الله ﷺ وعلی ثیاب دون فقال لی الک مال قلت نعم قال من ای المال . قلت من کل المال قد اعطانی الله من الابل والبقر والغنم والخیل والرقیق قال فاذا اتاک الله مالا فلیثر اثر نعمة الله علیک و وکرامته .

(احمد و نسائی)

”ابو الاحوص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں گھٹیا لباس پہنے ہوئے تھا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تمھارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کون سا مال ہے؟ میں نے جواب دیا ہر قسم کا مال جو اللہ نے مجھے عطا

## اپنی کہانی اپنی زبانی

مفتی محمد عبید اللہ خاں عقیف رحمۃ اللہ علیہ، بانی مسجد اہل حدیث، رحمت ٹاؤن، فیصل آباد

دہائی تحریک فوج کی نظر میں:

جب ہم ملٹری کورٹ کے قریب پہنچے تو سرراہ میجر صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ خیریت دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ میں اگرچہ ایک کیپٹن کو کہہ آیا ہوں کہ مولوی عبید اللہ خاں کو حوالات میں بند کر دیں۔ تاہم میں چاہتا ہوں کہ آپ کو حوالات کی پریشان کن فضاء اور اس کی وحشت کے سپرد نہ کروں لہذا آپ مجھ سے معاہدہ کریں کہ آپ بھاگیں گے نہیں تاکہ آپ کی یقین دہانی پر آپ کو کھلی بیرک میں رکھا جائے۔ میں نے کہا کہ میجر صاحب کاش مجھے کوئی اور گالی دے لیتے۔ بھاگ جانے کی گالی نہ دیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے میری رگوں میں میرے جسور اور غیور والدین کی غیرت اور استقامت رواں دواں ہیں۔ میں اگر بھاگنے والا ہوتا تو کرفیو کی گھٹن میں بھٹو ایسے ڈکٹیٹر کے خلاف تقریر نہ کرتا اور ایک صحابی کمانڈر کی غلطی بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خفگی بیان کر کے اپنی مسلح افواج کو ڈکٹیٹر کی ناجائز حمایت سے منع نہ کرتا یا پھر ساتھیوں کے مشورہ کے مطابق مسجد میں سونے کی بجائے روپوش ہو جاتا۔ آپ اگر فوجی قانون کے تحت مجھے حوالات میں بند کر دینے کا حکم دے آئے ہیں تو واللہ مجھے آپ کے حکم سے کوئی پریشانی لاحق ہے اور نہ آپ کی ذات سے کوئی گلہ۔ رہی حوالات کی بھیانک فضا اور اس کی وحشت تو یہ میرے لیے کوئی نئی چیز نہیں کیونکہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے حوالے سے مجھے اچھی طرح تجربہ اور ادراک ہے۔

یہ سب سوچ کر دل لگایا تھا ناصح

نئی بات کیا آپ سمجھا رہے ہیں

محترم میں اپنی تاریخ کو داغ دار کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔

آپ یقین کریں نہ کریں یہ آپ کی رائے ہے۔ رہا آپ کا سوال ذاتی معاہدہ اور یقین دہانی کا تو بصد ادب گزارش ہے کہ معاہدہ کرنے والے فریقین معاہدہ کی میز پر آمنے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں۔ جبکہ آپ فوجی جج ہیں اور میں فوجی قانون کے مطابق ملزم ہوں۔ لہذا معاہدہ کیسا اور کیونکر؟

میجر نے کہا کہ آپ نرے مولوی نہیں آپ کی تقریر اور گفتگو یہ چغلی کھاتی ہے کہ آپ ایک پختہ کار سیاسی آدمی ہیں۔ جب آپ اپنے مشن میں اتنے صاحب استقامت ہیں تو آپ اپنی سیاسی پارٹی کا نام کیوں نہیں بتاتے۔ میں نے کہا سیاسی پارٹی تو رہی درکنار میں تو کسی مذہبی جماعت کا بھی رکن نہیں ہوں۔ میں تو ایک مدرس ہوں۔ میجر نے زور دے کر کہا مولوی ایسی تقریر نہیں کر سکتا۔ آپ بتائیں یا نہ بتائیں آپ کسی نہ کسی سیاسی جماعت کے ضرور رکن ہیں۔

میجر کے اس اصرار سے میں بھانپ گیا۔ راز اگلے بغیر چارہ نہیں۔ میں نے کہا کہ اگر آپ نے میری پارٹی کا نام پوچھنے کا تہیہ کر رکھا ہے تو جناب والا سنیے۔ میں ہندوستان میں چلنے والی پہلی اسلامی تحریک کا نظریاتی رکن ہوں جو استخلاص وطن کے لیے رواں دواں رہ کر بالآخر اپنوں کی بے وفائی سے انڈر گراؤنڈ جا چکی ہے۔ میجر صاحب نے استفسار کیا وہ کون سی تحریک ہے۔ میں نے جواباً کہا کہ یہ وہ تحریک ہے کہ جس کے قائدین ۱۸۳۲ء میں اپنی درخشاں جبینوں پر شہادت کا جھومر سجا کر بالا کوٹ میں آسودہ خواب ہیں میجر صاحب نے کہا مولوی صاحب اس تحریک کا نام کیوں نہیں بتاتے تو میں نے کہا جناب اس تحریک کا نام دہائی تحریک ہے۔

میں نے جب دہائی تحریک کا نام لیا تو میجر گہری سوچ میں کھو

مقدمہ کی عدالتی کارروائی مکمل کروں گا اور انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اپنے اختیارات استعمال کروں گا۔ نہ میں ملزم پر ظلم کروں گا اور نہ میں اس کی فیور کروں گا۔

کمانڈنگ آفیسر کو کورا جواب:

سراہ ملاقات میں میجر نے جب بار بار سوال کیا کہ مولوی صاحب آپ کون سی سیاسی جماعت کے رکن ہیں۔ تو میں نے کہا جناب! عملاً نہیں نظریاتی طور پر سب وہابی تحریک کے نظریات کا امین ہوں۔ میرے اس جواب سے میجر صاحب کے قلب صافی پر وہابی تحریک کا نقش نگین ہوا اور وہابی کے مثالی کردار سے میجر صاحب کس قدر متاثر ہوئے۔ آپ اس کا اندازہ حسب واقعہ سے بہ آسانی لگا سکتے ہیں جو درج ذیل ہے۔

۱۹ مئی کو عدالت میں پیشی کے لیے بے خبری میں کمانڈنگ آفیسر کرنل واصف علی کی کوٹھی کے سامنے سے گزر گیا۔ کرنل نے سنتری سے پوچھا کہ یہ سول کپڑوں میں جانے والا کون ہے؟ سنتری نے کہا جناب یہ مولوی عبید اللہ عقیف ہے جو ۵۹ آرمی ایکٹ کا ملزم ہے اور عدالت میں پیشی کے لیے جا رہا ہے۔ میں عدالت میں پہنچا ہی تھا کہ سنتری نے سیلوٹ کے ساتھ میجر صاحب کو کہا: سر آپ کو کمانڈنگ آفیسر کرنل واصف علی بلا رہے ہیں۔ میجر صاحب کرنل کے پاس گئے۔ مقدمہ کی سماعت مکمل ہونے پر مورخہ ۲۵ مئی کو بتایا کہ کرنل نے مجھے کہا تھا کہ آپ نے مولوی عبید اللہ عقیف جو کہ ۵۹ آرمی ایکٹ کا ملزم ہے حوالات میں بند کیوں نہیں کیا۔ وہ بھاگ گیا تو کیا کرو گے تو میں نے کرنل صاحب کو کہا۔ یہ آپ کی نہیں میری ذمہ داری ہے اگر مولوی صاحب بھاگ جائیں گے تو اس کا نقصان آپ کو نہیں مجھے ہوگا۔ میں مولوی صاحب کو حوالات میں بند نہیں کر سکتا۔

میرے بیان کے اختتام پر میجر صاحب نے فرمایا کہ آپ نے اپنے بیان میں جو کچھ بیان کیا ہے۔ مجھے بھی اس سے اتفاق ہے۔ آپ مطمئن رہیں میں آپ کو پورا پورا انصاف مہیا کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر میرے جرنیلوں نے میری صوابدید کے برعکس مجھے سزا

کر انگشت بدنداں رہ گئے ان کی اس کیفیت سے لگتا تھا کہ وہ اس تحریک کے قائدین سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحی بدھانوی رحمہ اللہ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کی استقامتیں، نیک عزائم اور پاکیزہ مقاصد اور خالص اسلامی ریاست برپا کرنے کے سلسلہ میں ان کی بے مثال قربانیوں کی مقدس داستان پڑھ چکے ہیں یا پھر اپنے پیشرو جرنیلوں سے اس تحریک کے چرچے سن چکے ہیں۔ گویا یہ ہیں وہابی۔

دار و رسن کی گود میں پالے ہوئے ہیں ہم

سانچے میں ابتلا کے ڈھالے ہوئے ہیں ہم

وہ دولت جنوں جو زمانہ سے اٹھ گئی

اس دولت جنوں کو سنبھالے ہوئے ہیں ہم

جب میں نے وہابی تحریک کا مختصر تعارف کرایا تو رب کعبہ کی قسم۔ میجر اس تحریک کی جلالت قدر اور عظمت شان اور نیک مقاصد سے اور مثالی کردار سے اتنے متاثر ہوئے کہ مجھ سے ضمانت نامہ لیے بغیر بے ساختگی کے عالم میں ہر قسم کے انجام اور محاسبہ سے بے پروا ہو کر میرے نگران صوفی عبدالحجید کو کہا کہ جس کیپٹن کو میں بول آیا ہوں کہ مولوی صاحب کو حوالات میں ڈھک دو۔ اب اس کو جا کر کہہ دو کہ مولوی صاحب کو عبدالحجید کی نگرانی میں بیرک نمبر میں رکھا جائے۔

پریذیڈنٹ کے حلف کا متن:

۱۸ فروری بروز بدھ سوانو بجے عدالت میں پیشی کے لیے ایک صوبیدار مجھے لینے کے لیے آئے۔ میں نے دو نفل نماز پڑھی اور صوبیدار کی معیت میں جب میں کمرہ عدالت میں داخل ہوا تو جج نے مجھے دیکھ کر سرگرمیٹ پھینک دیا اور مجھے کرسی پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ اور خود کھڑے ہو کر اپنی ٹوپی پہنی اور فوجی قانون کی کتاب سے انگلش زبان میں ایک پیرا پڑھا اور پھر اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے وضاحت کی میں میجر لال زمر پر پریذیڈنٹ سمری ملٹری کورٹ مارشل ۳۳ سپلائی اینڈ ٹرانسپورٹ بٹالین ہرنس پورہ چھاؤنی لاہور اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر بحیثیت مسلمان یہ حلف اٹھاتا ہوں کہ میں اس زیر سماعت

عقیدہ و عمل کے پیش نظر مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ وہابی ہیں کیونکہ میں جلال پور شریف کے گدی نشین کا مرید ہوں۔ میرے پیروں نے مجھے وہابیوں کا جو تعارف کرایا ہے اس پر پریشان ہوں کہ اگر میں اپنے پیروں کو سچا سمجھوں تو آپ کو وہابی نہیں مان سکتا کہ میں نے جو آپ کا مشاہدہ کیا ہے یہ تو بچے سنی مسلمان ہونے کا یقین دلاتا ہے۔ آپ بد عقیدہ ہیں نہ آپ گستاخ رسول ہیں اور نہ بزرگوں کی کرامتوں کے منکر ہیں نہ بد مذہب ہیں تو آپ کو دیکھ کر مجھے اپنے پیروں کا پروپیگنڈہ جھوٹا نظر آتا ہے میں نے کہا صوفی صاحب آپ کے پیروں اور مولوی حضرات انگریزوں کے وہابی پروپیگنڈے سے متاثر ہیں۔ بذات خود ان کا اپنا کوئی مطالعہ نہیں۔ آپ یقین جانے اگرچہ میں وہابی نظریات کا حامل ہوں مگر..... دوسرے وہابیوں کے برعکس عملاً کمزور ترین وہابی ہوں۔

میرا تحریری بیان:

جو ۲۴ مئی ۱۹۷۷ء کو ڈیڑھ بجے عدالت میں جمع کرایا  
بخدمت جناب پریذیڈنٹ سمری ملٹری کورٹ سیلٹر نمبر ۲ ہرنس پورہ  
چھاؤنی لاہور

جناب والا! میں نے مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۷۷ء کو مسجد چینیانوالی کوچہ  
چاکب سواراں لاہور میں ڈیڑھ بجے جمعۃ المبارک کا خطبہ پڑھا تھا۔  
دیر اس لیے ہوئی کہ کرفیو میں ڈیڑھ بجے نرمی کی گئی تھی۔ خطبہ کا موضوع  
اطاعت رسول ﷺ تھا۔ خطبہ مسنونہ کے بعد سورۃ النساء کی حسب  
ذیل آیت تلاوت کی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ  
وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ  
إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

[النساء: ۵۹]

تمہیداً کہا تھا ہر انسان میں دو متضاد قوتیں ہمہ وقت برسرِ پیکار  
ہیں۔ ایک قوت اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور معصیت پر اکساتی ہے۔ فسق و

دینے پر مجبور کیا تو میں استغفیٰ لکھ دوں گا۔ میں نے شکریہ ادا کرتے  
ہوئے عرض کی کہ جناب آپ میری ہمدردی میں اپنے استغفیٰ کا نہ  
سوچیں۔ میجر صاحب نے استفسار کیا کہ میں اب ایسا کیوں نہ  
کروں۔ میں نے جواب میں عرض کی کہ جناب آپ دراصل ترجمان  
ہیں۔ اگر لوح محفوظ میں مجھے بری قرار دیا گیا ہے تو آپ سمیت آپ  
کے جنرل مل کر مجھے ایک منٹ کی سزا نہیں سنا سکتے اگر اس میں آسمانی  
سینٹر ریکارڈ میں سزا لکھی جا چکی ہے تو تمام فوجی جرنیلوں کی ہمدردیاں  
مجھے رہا نہیں کر سکتیں۔ لہذا آپ اپنے طور پر وہی فیصلہ کریں گے جو  
پہلے سے میرے بارے میں آسمانوں پر لکھا جا چکا ہے۔ اس لیے میں  
نے آپ کو ترجمان کہا ہے۔ یعنی رنج و راحت نفع زیاں، قید اور رہائی  
اور موت و حیات کے فیصلے آسمانوں پر ہوتے ہیں میں یہ بات اہل  
حدیث مکتب کا ایک ادنیٰ فرد ہونے کی حیثیت سے عرض کر رہا ہوں۔  
میجر چونکہ بچے سچے مسلمان تھے کہنے لگے مولوی صاحب مجھ سے کوئی  
ہمدردی نہیں۔ یہ میرے ضمیر کی آواز ہے۔ میں اگر آپ کو بری کروں گا  
تو آپ کو بھیک نہیں دوں گا بلکہ یہ میری طرف سے بے لاگ انصاف  
ہوگا جیسا کہ میں نے بحیثیت پریذیڈنٹ سمری کورٹ مارشل حلف میں  
انصاف پر مبنی فیصلہ کا ذکر کیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ حکومت کو دوبارہ  
انتخاب کر دینا چاہیے تاکہ ملکی حالات میں جو ہیجان پیدا ہو چکا ہے وہ  
ختم ہو جائے۔

بعد ازاں اپنا غیر جانبدارانہ فیصلہ لکھ کر محمد خاں کورکمانڈر لاہور بھیج  
دیا۔ کورکمانڈر نے منظور کر کے واپس بھیج دیا۔ وصول کرنے کے بعد  
مورخہ ۱۹۷۷-۵-۳۰ء کو باعزت بری کر دیا۔

میں وہابی ہوں:

میرا فوجی نگران صوفی عبدالمجید نانیک مجھ سے مسائل پوچھتا رہتا  
تھا۔ ایک دن اس نے کہا کہ مولوی صاحب میں آپ سے چھٹتا ہوا  
سوال کرنا چاہوں آپ برہم تو نہیں ہوں گے اور کیا آپ صحیح جواب  
دیں گے؟ میں نے وعدہ کر لیا تو اس نے سوال کیا کہ کیا آپ سچ مچ  
وہابی ہیں میں نے کہا جی میں وہابی ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ کے

فجور کی ترغیب دلاتی ہے۔ اس کا نام قوت بھی ہے۔ دوسری قوت اللہ تعالیٰ کی عبودیت اور للہیت کا درس دیتی ہے۔ اطاعت اور وفاداری پر آمادہ کرتی ہے۔ منکر سے گریزاں کر کے معروف اور خیر میں دلچسپی پیدا کرتی ہے۔ اس کا نام قوت ملکی ہے۔ جیسا کہ فیلسوف اسلام شاہ ولی اللہ محدث الدہلوی رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

تاریخ گواہ ہے اور مشاہدہ بھی تائید کرتا ہے کہ قوت بھی قوت ملکی پر غالب ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اس لیے اس نے اپنے بندوں کی بھلائی اور سرخروئی کے لیے حضرات انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ شروع فرمایا تاکہ بنی نوع انسان ان کی راہنمائی میں قوت بھی قوت کا مقابلہ کر کے اللہ تعالیٰ کے وفا کیش بن کر حق عبودیت سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ نبوت کا یہ مقدس سلسلہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت پر ختم کر دیا گیا۔ یعنی آپ پر ہر طرح کی نبوت، تشریحی، غیر تشریحی مستقل ہو، ماتحت ہو یا ظلی رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو چکی۔ اب یہ سوال ابھر کر منصہ شہود پر آتا ہے کہ جناب ختمی رسالت پر ہر طرح کی نبوت اور رسالت کا اختتام اور اتمام ہو چکا ہے۔ بنی نوع انسان کے لیے عموماً اور امت مسلمہ کی راہنمائی اور دارین کی فلاح کے لیے خصوصاً کون سا لائحہ عمل اور دستور حیات مہیا کیا گیا ہے۔

میرے مطابق اس سوال کا کافی شافی جواب اس آیت میں بیان فرما دیا گیا ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ مسلمان کے روز و شب اس آیت شریفہ میں بیان شدہ دستور العمل اور ضابطہ حیات کے مطابق بسر ہونے چاہیے۔ یہ ضابطہ حیات کیا ہے؟ یہ ضابطہ حیات تین اتھارٹیوں سے عبارت ہے پہلی اتھارٹی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات والا صفات۔ دوسری اتھارٹی محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات اور تیسری اتھارٹی خلیفہ اسلام یا سلطان وقت۔ اگرچہ ان تینوں کی اطاعت اور فرمانبرداری ضروری اور لازمی ہے۔ مگر پہلی دونوں اتھارٹیوں کی اطاعت غیر مشروط ہے جبکہ تیسری اتھارٹی کی اطاعت مشروط ہے۔ تفصیل آگے آ رہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے روئے زمین کے مسلمانو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی

اور صاحب امر (سلطان وقت) کی بھی۔ اگر زندگی کے سفر میں کوئی کسی قسم کا نزاع دینی ہو یا سیاسی یا فوجی، تو اس نزاع کو اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ اگر تم سچ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ چیز بڑی بابرکت اور انجام کے لحاظ سے بڑی خوش آئند ہے۔

جناب فاضل حج ایہاں قابل التفات بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مقدسہ میں صیغہ جمع مذکر امر حاضر معروف ”اطیعوا، اطیعوا“ دو دفعہ ذکر فرمایا۔ پہلے اپنی اطاعت کے لیے اور دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لیے اور سلطان وقت کی اطاعت کے لیے تیسری دفعہ یہ صیغہ استعمال نہیں فرمایا۔ صرف واو عاطفہ پر اکتفا فرمایا ہے۔ ایسا کیوں کیا گیا۔ غور کرنے سے یہ نکتہ ہاتھ لگتا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت غیر مشروط اور مطلق ہے کہ امت مسلمہ کے ہر طبقہ کے ہر ایک فرد مرد و زن پر فقیہ غیر فقیہ، مجتہد، غیر مجتہد، امیر، غریب پر زندگی کے ہر ایک شعبہ میں دکھ سکھ میں، خوشی میں غمی میں، امن میں اور ہنگامی حالات میں ہر حال میں بلا کسی استثناء کے فرض اور ضروری ہے۔ مگر صاحب امر (سلطان وقت) کی اطاعت مشروط ہے خواہ جمہوری صدر ہو یا ڈکٹیٹر شپ کی پیداوار ہو یا فوجی آمر ہو یعنی اس کا حکم شریعت اسلامیہ کے عین مطابق ہو یا ہم آہنگ ہے تو پھر اس کی اطاعت اور احترام ضروری ہے۔ اگر اس کا جاری کردہ حکم یا قانون شریعت اسلامیہ سے متصادم ہے تو اس صورت میں ہر ایک مسلم فرد کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ نہ صرف اس کے آگے سر خم نہ کرے بلکہ تعمیری انداز میں اس کی اصلاح کی کوشش کرے اور انجام کی پروا کیے بغیر اچھے الفاظ میں اس کی غلطی اس پر واضح کر دے۔

شیخ الاسلام امام ابن قیم اور امام ابن کثیر وغیرہ مفسرین کرام رحمہم اللہ نے اس آیت کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے اور اس آیت کے شان نزول میں درج ذیل یہ صحیح واقعہ ارقام ہے:

عن علی رضی اللہ عنہ قال بعث النبی ﷺ



سرية فاستعمل رجلا من الأنصار وأمرهم أن يطيعوه فغضب فقال أليس أمركم النبي ﷺ أن تطيعوني قالوا بلى قال فاجمعوا لي حطبا فجمعوا فقال أوقدوا نارا فأوقدوها فقال ادخلوها فدخلوها فجعل بعضهم يمسك بعضها ويقولون فررنا إلى النبي ﷺ من النار فما زالوا حتى خمدت النار فسكن غضبه فبلغ النبي ﷺ فقال لو دخلوها ما خرجوا منها إلى يوم القيامة، الطاعة في المعروف.

(صحيح بخاری: ۲/۶۲۲، ۱۰۵۸، ۱۰۷۷)

”نبی ﷺ نے عبد اللہ بن حذافہ انصاری رضی اللہ عنہ کی کمان میں ایک چھوٹا لشکر ایک محاذ کے لیے روانہ فرمایا اور غازیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے کمانڈر کی اطاعت میں سفر کریں۔ کسی بات پر سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے اور لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ جب غازیوں نے لکڑیاں جمع کر لیں تو فرمایا الا و جلاؤ۔ جب الا و جلا یا گیا تو حکم دیا کہ اس میں کود مرو۔ کچھ سپاہیوں نے کودنے کا قصد کیا اور بعض ان کو روکنے لگے۔ اور کہنے لگے ہم نبی ﷺ کی پناہ میں اس لیے آئے تھے کہ آگ کے عذاب سے بچ جائیں۔ اتنے میں آگ بجھ گئی اور کمانڈر کا غصہ بھی فرو ہو گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا اگر وہ میرے کمانڈر کے حکم پر آگ میں کود جاتے تو قیامت تک پڑے جلتے۔ اطاعت صرف نیکی کے حکم میں ہے۔“

غور فرمائیے! محاذ سے واپسی پر یہ سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے فدا نیوں، اسلام کے شیدائیوں اور جہاد کے خوگر کی بے مثال قربانیوں اور جانفشانیوں کی پروا کیے بغیر فرمایا اگر لوگ میرے کمانڈر عبد اللہ بن حذافہ سہمی کے آرڈر پر آگ میں کود جاتے تو پھر اس آگ سے نجات نہ پاتے۔

کیونکہ کسی امتی کی اطاعت صرف معروف ہی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی میں کسی بڑے سے بڑے مجتہد، امام اور حکمران کی اطاعت شرعاً فرض نہیں۔ خواہ پرائم منسٹر ہو یا کمانڈر انچیف ہو یا ڈکٹیٹر ہو۔

نیز اس صحیح حدیث سے یہ بھی پتا چلا کہ اچھا حکمران اور اچھا کمانڈر وہ ہوتا ہے کہ جب اسے اس کی غلطی کا احساس دلایا جائے تو وہ اپنی غلطی واپس لینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کیونکہ یہ بات اس کی عظمت کا نشان ہوتی ہے۔

چونکہ میرے خطبہ کا موضوع اطاعت رسول ﷺ تھا اس لیے مجھے یہ باتیں کہنی پڑیں۔

جناب محترم! میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے خیر امت میں شمار ہوتے ہیں اس لیے ہم پر یہ دینی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ سلطنت خدا داد پاکستان کے غیر اسلامی معاشرہ کو اسلامی معاشرہ میں ڈھالنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت کیے بغیر اپنی کادشیں جاری رکھیں۔ اور فریضہ الامر بالمعروف اور انہی عن المنکر میں کوئی فترت نہ آنے دیں۔ اس دینی فریضہ کی ادائیگی پر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور کسی جابر کے جبر کی مطلقاً پروا نہ کریں لہذا میں نے جو کہا ہے اس پر قائم ہوں، میں یہ وضاحت کر دوں کہ میں نے یہ باتیں اس لیے کہی ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہمیشہ سے اہل حدیث کا شعار رہا ہے لہذا اگر ہم اس مقدس فریضہ سے عہدہ برآ نہیں ہوتے تو اور کون ہوگا۔ کسی جابر حکمران سے خائف ہو کر اس فریضہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ہم پاکستان میں دین کی دعوت نہ دیں اور بے لاگ وعظ نہ کہیں تو پھر کہاں کہیں۔ جہاں تک احوال و ظروف کا تعلق اور تقاضا ہے تو میں کہنا چاہوں گا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی غیر مشروط اطاعت احوال و ظروف کی پابند نہیں۔ نہ اسے پابند کیا جاسکتا ہے اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو اسے اس حق کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ



جناب محترم! میں نے اپنے خطبہ میں یہ حدیث بھی پڑھی تھی:  
(لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق .))

یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی بھی آدمی کی اطاعت جائز نہیں۔  
خطبہ جمعہ کے آخر میں سٹالن، مسولینی کا سترو، خروشیف وغیرہ  
ڈکٹیٹروں کا انجام بد بھی اس لیے بیان کیا تھا تا کہ بھٹو اور اس کے حوالی  
موالی ان ڈکٹیٹروں کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ اسلام اور  
امت مسلمہ کے خلاف اقدامات کرنے والے نہ اللہ کے ہاں سرخرو  
ہوتے ہیں اور نہ تو ان کو اچھے الفاظ میں یاد کرتی ہے۔

اگر یہ باتیں جرم ہیں تو پھر اس جرم کا برملا اعتراف ہے۔ پھر کہتا  
ہوں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے سوچ سمجھ کر کہا ہے۔ اور انجام سے بے  
پردہ ہو کر کہا ہے کہ ہماری مسلح افواج کو بھٹو کی ظالم حکومت کی بے جا مدد  
سے باز آ جانا چاہیے۔ ورنہ وہ بھی ظالم قرار پائے گی۔ میں نے یہ نہیں  
کہا کہ ہم حکمرانوں کو تسلیم نہیں کریں گے تاہم میں نے یہ ضرور کہا ہے  
جو حکمران اسلام کے خلاف اقدام کرتے ہیں اور دھاندلی کے ساتھ  
اپنے اقتدار کو طول دیتے ہیں وہ نہ دنیا میں عزت پاتے ہیں اور نہ  
آخرت میں سرخرو ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ میری فرد قرار داد جرم میں

درج الفاظ میرے نہیں تاہم مجھے اعتراف ہے کہ میرے خطبہ کا صحیح صحیح  
خلاصہ ضرور ہیں اور میرے الفاظ کی صحیح ترجمانی ہے۔

جہاں تک میرے خلاف ڈائری نوٹسوں کی رپورٹ کا تعلق ہے  
میں نہیں جانتا کہ انھوں نے اپنی نوکری پکی کرنے کے لیے میرے  
خلاف کیا کچھ لکھ کر فوجی افسر کو پیش کیا ہے اور ایسے فرضی گواہ مہیا کیے  
ہیں جن کو میرے صحیح نام کا بھی علم نہیں۔ یہ میرے بھائی ہیں۔ میں  
صرف انھیں یہی کہوں گا۔

نشان برگ گل تک نہ چھوڑا باغ میں اے گلچیں  
تیری قسمت سے رزم اریاں ہیں باغبانوں میں  
طویل سمع خراشی کی معافی چاہتے ہوئے فاضل عدالت کا شکر گزار  
ہوں کہ اس نے انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے مجھے اپنے  
دفاع کا موقع فراہم کیا۔ شکریہ

محمد عبید اللہ خاں عقیف ولد حضرت مولانا محمد حسین بلوچ  
رئیس المدرسین دارالحدیث چینی نوالی، کوچہ چاک سواراں، لاہور

#### ضرورت رشتہ:

ایک متمول نوجوان بارلش متدین جس کا اپنا وسیع کاروبار ہے، کے لیے نیک سیرت و صورت دینی دنیاوی تعلیم سے آراستہ کنواری لڑکی کا  
رشتہ درکار ہے۔ (شرعی پردے کی پابند لڑکی کو ترجیح دی جائے گی۔) رابطہ نمبر: 0322-8043879

#### اعلان:

ادارہ نصر الائمہ گوجرانوالہ کو ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ماہر تعلیم (خاوند بیوی یا بہن بھائی) کی خدمات درکار ہیں۔ جو اعلیٰ معیار کی حامل اکیڈمی میں  
پڑھا سکیں۔ نیز مثبت انداز میں خطبہ جمعہ اور درس حدیث کی مہارت والے صاحب شادی شدہ جلد رابطہ کریں۔ پرکشش معاوضہ مع دیگر  
سہولیات دی جائیں گی۔ (ناظم ادارہ: 0333-8112611)

#### اظہار تعزیت:

گزشتہ دنوں جماعت اہل حدیث کی علمی شخصیات کا سانحہ ہائے ارتحال ہو گیا۔ بزرگ عالم دین مولانا رفیق سلفی (راہوالی) نصیر احمد عثمانی،  
مولانا عبدالغفور اثری رحمہ اللہ ہم دعا گو ہیں اللہ کریم سب مرحومین کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علین عطا کرے، آمین۔

۱۔ امیر حمزہ طور، گوجرانوالہ۔ ۲۔ پروفیسر عبدالکیم سیف، قصور۔ رابطہ نمبر: 0305-4109749

(ادارہ)

## حجاب اور کارپوریٹ اخلاقیات

اور یا مقبول جان

ادارے کی دیکھ بھال کے لیے اپنے آپ کو وقف کرتی ہے تو انگلیاں اٹھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ پڑھ لکھ کر برباد کر رہی ہے، فرسودہ، دقیقہ سب سے زیادہ غصہ اُس خاتون پر آتا ہے جو باہر تو آ جاتی ہے لیکن چہرہ اور جسم ڈھانپ کر نکلتی ہے۔

کیا یہ ایک مذہبی مسئلہ ہے؟ اگر یہ مذہبی مسئلہ ہوتا تو سب سے پہلے عیسائی راہباہائیں (Nuns) اس نفرت کا شکار نہیں۔ لیکن چونکہ انھوں نے حجاب کے لیے ترک دنیا کی شرط رکھ دی ہے اور باقی معاشرے کو کھلی چھوٹ دے دی ہے اس لیے گوارا ہے کہ چلو کتنی عورتیں راہباہائیں بن جائیں گی۔ لیکن اگر حجاب معاشرے میں عام ہو جائے تو بڑا طوفان آئے گا، اس لیے کہ حجاب کے مقبول ہونے کی ایک بنیادی نفسیاتی وجہ ہوتی ہے۔ دنیا میں تمام نفسیاتی ماہرین اور معاشرتی محقق اس بات پر متفق ہیں کہ عورت سب سے زیادہ نفرت اور حقارت کسی غیر مرد کی آنکھوں کی ہوس ناک اور بے حیائی سے کرتی ہے۔ عریاں ترین لباس والی عورت بھی، اگر وہ جنسی کاروبار کے لیے بازار میں نہ کھڑی ہو تو اسے بھی مردوں کی غلیظ نظروں سے نفرت ہوتی ہے۔ مردوں کی نظروں کی ہوس ناک اور عورتوں کی بے حجابی کے درمیان جو رشتہ قائم ہوتا ہے اس سے دنیا میں کئی سو بلین ڈالرز کا کاروبار چلتا ہے۔ عریانی کا تحفظ اسی کاروبار کی بقا کی جنگ ہے۔ یہ کاروبار آرائش حسن کے ساز و سامان سے شروع ہو کر فیشن انڈسٹری، میڈیا، ایڈورٹائزنگ اور لباس کی مخصوص تراش خراش کے فن سے ہوتا ہوا مکروہ ترین فحش فلموں اور بدن فروشی کے عالمی مافیا تک جا نکلتا ہے۔ آپ ذرا اس پوری انڈسٹری کا جائزہ لیں تو آپ کی آنکھیں حیرت سی پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔ صرف سر کے بالوں کو سنوارنے کے

دنیا بھر میں کسی بھی روشن خیال مفکر، جمہوریت پسند دانش ور، حقوق انسانی کے علم بردار سماجی کارکن یا سیکولر سیاسی راہنما کو انسانی ترقی، معاشی خوش حالی اور تہذیبی ارتقاء پر گفتگو کرتے دیکھیں تو ان سب کی نفرت کا نشانہ صرف ایسی عورت بنتی ہے جو لوگوں کی ہوس ناک نظروں اور لاشعور میں پھلتے غلیظ خیالات کی زد سے بچنے کے لیے اپنے چہرے اور جسم کو ڈھانپ کر باہر نکلتی ہے۔ میں ایک مرد ہوں اور میں ان تمام ”مردانِ حُر“ کی نظروں میں جھپی ہوں کو بخوبی جانتا ہوں جو کسی کم لباس خاتون کو بازار میں، کسی ماڈل کو فیشن شو میں، کسی گلوکارہ کو سٹیج پر یا کسی جاذبِ نظر خاتون کو دفتر کے استقبالیہ کاؤنٹر پر دیکھ کر پیدا ہوتی ہے۔ میں ان کے غلیظ جملے اور فقرے بھی تحریر کر سکتا ہوں لیکن میں سعادت حسن منٹو نہیں کہ مجھے آزادی اظہار کے نام پر معاشرے میں صرف جنس ہی نظر آئے۔ مردوں کی نظروں کی یہ ہوس ناک، ان کی فقرے بازی اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والے سنگین جرائم میرے ملک تک محدود نہیں بلکہ دنیا کے ہر ترقی یافتہ ملک میں یہ خطرناک حد تک پائے جاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں دوپٹے گلے سے سرکنے پر آنکھیں پھسلتی ہیں اور مغرب میں مختصر ترین لباس مردوں کی گردنیں موڑتا ہے۔ کبھی کسی نے سوچا ہے کہ حقوق کی کہانی کی ساری تان عورت کو گھر کی چار دیواری سے باہر لا کر محفل کی زینت بنانے پر کیوں ٹوٹتی ہے؟ آپ کسی بھی مفکر، دانش ور، جمہوریت پسند انسانی حقوق کے ترجمان سے مل لیں، اسے اس بات پر کبھی اعتراض نہیں ہوگا کہ آپ نمازیں پڑھیں، روزے رکھیں، حج کریں، زکاۃ دیں، داڑھی رکھیں، ٹخنوں سے اونچی شلوار پہنیں، دن رات قرآن کی تلاوت کریں۔ لیکن جو نہی کوئی خاتون اپنی اولاد کی تربیت اور گھر جیسے بنیادی

لیے سیکڑوں ملٹی نیشنل کمپنیاں شیمپو سے لے کر بال سیدھا کرنے، رنگ کرنے، ہتھکھڑیا لے بنانے اور ان کو جاذب نظر بنانے کے لیے طرح طرح کی ادویات اور روشن بنارہی ہیں۔ اگر ٹانگیں اور بازو دکھانا مقصود ہوں تو ان کی خوب صورتی اور دل کشی کے لیے علیحدہ ساز و سامان بنانے والی کمپنیاں اپنا کاروبار پھیلانے ہوئے ہیں۔ غرض پاؤں کے ناخن سے لے کر سر کے بالوں تک کوئی مقام ایسا نہیں جسے کاروبار کا موضوع نہ بنایا گیا ہو اور اسے بازار میں لا کر نہ کھڑا کیا گیا ہو۔ اس سارے کاروبار کو میڈیا کی چکا چوند اور فیشن شوز کی بھرمار اور ماڈلز کی جسمانی ہیئت اور ان کے خدوخال کو دنیا بھر کی عورتوں کے لیے ایک آئیڈیل بنا کر پیش کرنے سے مضبوط اور مستحکم کیا جاتا ہے۔ کبھی سائز زیرو آئیڈیل ہوتا ہے اور چند سالوں بعد بھرے ہوئے جسم کی تعریفوں میں اخبارات کے صفحے کا لے ہوتے ہیں۔ ان سب کی معراج عالمی مقابلہ حسن ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ جس سال مغربی ممالک میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہوا، اس کے اگلے سال یعنی ۱۹۲۱ء میں امریکا کے اٹلانٹک سٹی میں یکم مئی کے ساتھ دو ہفتہ وار چھٹیاں بھی مل گئیں۔ لوگوں کو مصروف رکھنے کے لیے ہوٹل کے مالکان نے تیراکی کے لباس میں ملبوس خواتین کا مقابلہ کروایا اور ایک خاتون کے سر پر ملکہ حسن کا تاج پہنا دیا گیا۔ اس دن سے لے کر آج تک جنگ ہو، بد حالی ہو، سیلاب یا زلزلہ ہو، مقابلہ حسن نہیں رکا۔ ۱۹۵۱ء میں برطانیہ کے ایرک مورے نے اسے قواعد و ضوابط والا مقابلہ بنا دیا۔ دنیا کے ہر خطے سے مخصوص مفادات کے تحت ملکہ حسن منتخب کی گئی اور پھر ہر خطے کی خواتین کو اس نمائش کی دوڑ میں مدہوش کر دیا گیا۔ بھارت میں جس سال ایشوریا رائے اور سشمیتا سین ملکہ عالم اور ملکہ دنیا کا اعزاز جیتیں، پورے بھارت میں صرف تین پلاسٹک سرجن تھے، صرف دو سال بعد ان کی تعداد پانچ سو ہو گئی اور آج ان کی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ ہے۔

ایک دفعہ خواتین کو زینت بازار بنانے کے بعد پورے معاشرے میں جو ہجرا ہوتا ہے، مردوں میں جو جنسی محرکات پیدا ہوتے ہیں ان کو آگ دکھانے اور اس کاروبار کو وسیع تر کرنے کے لیے فحش مواد کی

ایک بہت بڑی انڈسٹری وجود میں لائی گئی۔ جس سے ہر سال ۷۰ ارب ڈالر کی آمدنی ہوتی ہے۔ ان میں سے ۱۵ ارب ڈالر صرف امریکہ سے کمائے جاتے ہیں۔ سالانہ ۲۰ ارب ڈالر صرف فحش فلموں کی فروخت سے حاصل ہوتے ہیں، آٹھ ارب ڈالر فحش رسالے اور میگزین بیچ کر حاصل کیے جاتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر فحش سائٹس سے تین ارب ڈالر کمائے جاتے ہیں۔ ان میں سب سے مکروہ دھندہ ۱۳ سال سے کم عمر بچیوں کی تصاویر اور فلموں کا ہے جس سے تین ارب ڈالر کمائے جاتے ہیں اور اس وقت انٹرنیٹ پر ان کی ایک لاکھ کے قریب ویب سائٹس ہیں جب کہ باقی فحش سائٹس کی تعداد ۲۵ لاکھ اور فحش انٹرنیٹ پیجز کی تعداد تین کروڑ ۷۵ لاکھ ہے۔ دنیا بھر سے تین ارب کے قریب افراد یہ تصویریں اور فلمیں اپنے کمپیوٹروں میں محفوظ کرتے ہیں۔ صرف امریکہ کی تین لاکھ ۲۵ ہزار بچیاں ان فحش تصویروں اور فلموں کے لیے اپنے جسم کی نمائش کرتی ہیں۔ اس دھندے سے جو ہجرا پیدا ہوتا ہے اور عورت کی ہر مقام پر عریاں موجودگی جس طرح ان معاشرے کے بھیڑیوں کو ہوس کے بازار میں لا کھڑا کرتی ہے، وہیں سے جسم فروشی کا دھندہ کبھی مساج پارلوں کی شکل اور پھر کہیں (Escort) سروس کے نام پر پوری دنیا میں عام ہوتا ہے۔ پوری دنیا کے غریب ممالک سے لاکھوں کی تعداد میں کمسن بچیوں اور عورتوں کو ان مساج پارلوں اور طوائف گھروں میں لا بٹھایا جاتا ہے جن کی نگرانی تو مندرغوثی اور تربیت یافتہ کتے کر رہے ہوتے ہیں۔ جنگ، بھوک، بیماری اور آفلاس زدہ علاقوں کی لڑکیاں بھی اس کاروبار میں جھونکی جاتی ہیں۔ جہاں کہیں ورلڈ کپ یا کسی اور طرح کا عالمی اکٹھا ہوتا ہے ایسی عورتوں کا ایک سیلاب وہاں پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس ساری صورت حال سے جو معاشرہ جنم لیتا ہے اس میں ہر ایک سینکڑ میں دو خواتین جنسی تشدد کا شکار ہوتی ہیں، پوری دنیا میں ہزاروں سیریل کلر یعنی جنونی قاتل جنم لیتے ہیں جو عورتوں کو اغوا کر کے جنسی تشدد کے بعد قتل کرتے ہیں۔ ہر سال دس لاکھ بچے صرف امریکہ میں کم سن لڑکیاں (باقی صفحہ نمبر ۳۱ پر ملاحظہ کیجیے)

# تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

۲۹

فتاویٰ محمدیہ (جلد اول)

مصنف: مولانا مفتی عبید اللہ خاں عقیف

ناشر: مکتبہ محمدیہ، قذافی سٹریٹ، الفضل مارکیٹ

اردو بازار لاہور

ضخامت: ۸۴ صفحات، سفید عمدہ کاغذ، اچھی کمپوزنگ

بہتر طباعت، مضبوط جلد و دیدہ زیب ٹائٹل

قیمت: درج نہیں

تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

مولانا مفتی عبید اللہ خاں عقیف کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے

اوصاف سے متصف فرمایا ہے، مثلاً:

○ وہ سراپا مخلص شخصیت ہیں۔

○ علوم متداولہ کے ماہر ہیں۔

○ تحریر و نگارش کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔

○ بہت اچھے خطیب اور مقرر ہیں۔

○ تجربہ کار اور ممتاز مدرس ہیں۔

○ صاحب تحقیق مفتی اور بالغ نظر مصنف ہیں۔

ان کی تازہ تصنیف ”فتاویٰ محمدیہ“ کی جلد اول پیش نگاہ ہے۔

بڑے سائز کی یہ ضخیم کتاب ان کے فتوؤں کا محققانہ مجموعہ ہے۔

آغاز کتاب میں فاضل مصنف نے ”تقدیم“ کے عنوان سے چند

صفحات تحریر فرمائے ہیں، جن میں لفظ ”فتویٰ“ کے بارے میں عالمانہ

بحث کی ہے اور آخر میں ان حضرات کے اسمائے گرامی درج کیے گئے

ہیں، جنہوں نے ان کے فتاویٰ کو لائق اعتماد گردانا اور اسے بہ نظر

استحسان دیکھا۔

یہ فقیر پہلا شخص ہے، جس نے اپنی کتاب ”دبستان حدیث“ میں مولانا عبید اللہ عقیف پر مضمون لکھا۔ ازراہ کرم انہوں نے یہ مضمون فتاویٰ محمدیہ کے ابتدائی صفحات میں درج فرمادیا ہے۔ اس مضمون میں ان کی زندگی کے بہت سے اہم واقعات ضبط تحریر میں آگئے ہیں۔

مولانا عقیف کے تلامذہ کرام کی وسیع فہرست میں مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی کا نام بھی آتا ہے جو علم و عمل اور تحقیق و کاوش میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے ”استاذ محترم اور فتویٰ نویسی“ کے عنوان سے بہترین مضمون لکھا ہے جو صفحہ ۳۶ سے شروع اور صفحہ ۵۸ پر ختم ہوتا ہے۔ یہ مضمون اپنے موضوع کی بہت سی معلومات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اس سے آگے مفتی عبید اللہ خاں عقیف نے ”کتاب التاریخ“ کا بھاری بھر کم عنوان کر کے اپنے آباء و اجداد کا تذکرہ کیا ہے جو صفحہ ۶۱ سے لے کر صفحہ ۱۲۴ تک چلتا ہے۔ اس میں ”میری کہانی خود اپنی زبانی“ کے عنوان سے ان کے اپنے کوائف حیات بھی مرقوم ہیں۔ یہ نہایت اہم تحریر ہے جو اس کتاب کے ابتدائی صفحات کی زینت ہے۔

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے برصغیر کے علمائے دین مصنفین میں سے دو لائق احترام بزرگوں نے اپنی تصانیف میں اپنے ضروری واقعات قلم بند کیے ہیں، ایک حضرت نواب صدیق حسن خاں نے اور دوسرے حضرت مولانا عبد الجلیل سامرودی نے۔ نواب صاحب نے اردو زبان میں ”ابقاء المنن باللقاء المحن“ کے نام سے خود اپنی سرگزشت حیات بھی لکھی ہے جو ترتیب و اسلوب کے اعتبار سے نہایت عمدہ کتاب ہے۔

میرے خیال میں ہر مصنف کو اپنی ہر کتاب میں اپنے حالات

میں حضرت مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا عبدالحق فرنگی مہلی، مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، نواب صدیق حسن خاں، قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور دیگر بے شمار حنفی، مالکی، حنبلی، دیوبندی، بریلوی علمائے کرام شامل ہیں۔

اس سے آگے کتاب الطہارۃ ہے، صفحہ ۶۲۵ سے ۶۷۹ تک۔ ۴۱ ذیلی عنوانات کا احاطہ کیے ہوئے۔ اس میں طہارت اور نجاست کے تمام پہلوؤں کی تفصیلات مندرج ہیں، جن کا مطالعہ پڑھے لکھے شخص کو کرنا چاہیے۔

اس کے بعد کتاب المساجد ہے۔ اس کا آغاز صفحہ ۶۸۰ سے ہوتا ہے اور اختتام ہوتا ہے صفحہ ۷۴۲ پر۔ اس کے ذیلی ابواب ۴۱ ہیں۔ مسجد کی تعمیر، مسجد کی ضرورت، مسجد میں دینی مدرسے کا قیام، مسجد میں عورتوں کا نماز کے لیے جانا، مسجد کی چھت پر ہائش کا حکم اور دیگر بہت سے مسائل اس میں بیان کیے گئے ہیں۔

فتاویٰ محمدیہ کی اس جلد کا آخری حصہ ہے ”کتاب الاذان والاقامہ“۔ یہ حصہ صفحہ ۷۴۹ سے شروع اور صفحہ ۸۳ پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے کل ذیلی عننوان سولہ ہیں، جن میں اذان اور اقامت کے بارے میں مختلف مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

مولانا مفتی عبید اللہ خاں عقیف کی اُردو بڑی صاف ہے اور ان کے قلم کا لہجہ نکھرا ہوا ہے۔ انھوں نے ہر بات وضاحت سے بیان کی ہے وہ قرآن و حدیث کے حوالوں کے علاوہ ائمہ اربعہ کا نقطہ نظر بھی بیان کرتے ہیں اور مختلف مسالک فقہ کے علمائے کرام کے حوالے بھی دیتے ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ان کا مطالعہ وسیع ہے اور کتب فقہ پر ان کی گہری نظر ہے۔

مکتبہ محمدیہ کے اصحاب انتظام نے کتاب بہت شوق اور عہدگی سے شائع کی ہے۔ یہ اس کی پہلی جلد ہے، دوسری اور تیسری جلدیں بھی ان شاء اللہ امید ہے جلد طباعت کی منزل طے کر لیں گی اور خواندگان محترم ان سے مستفید ہوں گے۔

مولانا عبید اللہ خاں عقیف کے فتوے بہت سے رسائل و جرائد

لکھنے چاہئیں، اگرچہ مختصر ہوں۔ ہر شخص زندگی کے دن پورے کر کے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے حالات میسر نہ ہوں تو اس کے متعلق لکھنے والے کو بے حد پریشانی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ میں چونکہ شخصیات کے تذکار سے دلچسپی رکھتا ہوں، اس لیے کسی شخصیت کے واقعات کا پتہ نہ چل سکے تو بے حد کوفت ہوتی ہے۔ عام طور پر اس کے وارث بھی اس کے حالات سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ اور اس کے شاگردوں اور دوستوں سے بھی کسی اہم بات کا سراغ نہیں ملتا۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مولانا عبید اللہ عقیف نے اپنا اور اپنے بزرگوں کا تذکرہ کرنے کی بہت اچھی روایت قائم کی ہے۔ مصنفین کو اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ میں نے ”گزر گئی گزران“ کے عنوان سے اپنے حالات لکھے ہیں جو کتابی صورت میں ۴۷۰ صفحات پر مشتمل ہیں اور کتاب سرائے اردو بازار لاہور کی طرف سے یہ کتاب شائع کی گئی ہے۔

اب آئیے ”فتاویٰ محمدیہ“ کے عنوانات کی طرف.....!

مقدمات اور خاندانی و ذاتی حالات کے بعد کتاب کی ابتدا کتاب العقائد سے ہوتی ہے۔ کتاب العقائد صفحہ ۱۲۷ سے ۴۱۸ تک چلتی ہے۔ یہ ۲۹۲ صفحات ۲۷۰ ذیلی عنوانات پر محیط ہیں۔ بہ الفاظ دیگر کتاب العقائد نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ جس میں اس موضوع پر فاضل مصنف نے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور اس کے تمام پہلوؤں کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔

دوسری بحث کا عنوان کتاب وسنت ہے۔ اس کا آغاز صفحہ ۴۱۹ سے ہوتا ہے اور اختتام صفحہ ۴۸۹ پر۔ اس میں ۵۵ ذیلی عنوانات لائے گئے ہیں۔ فتاوے کا یہ حصہ بھی کتاب العقائد کی طرح نہایت اہم ہے۔

اس کے بعد کتاب البدعات ہے صفحہ ۴۹۳ سے ۶۲۳ تک۔ مشتمل بر ۱۲۵ ابواب۔ بدعت کیا ہے اور یہ کس طرح معاشرے کے مختلف معاملات میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی پوری تفصیل اس میں درج ہے۔ پھر اس کے متعلق مختلف حضرات کے فتوے درج کیے گئے ہیں، جن



السنہ اور دیگر رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ وہ تقریباً ۳۵ سال سے یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ماشاء اللہ اب فتاویٰ سے متعلق ان کی ان نگارشات عالیہ کی طباعت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے جو ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

میں کئی سال سے مسلسل شائع ہو رہے ہیں، جن میں ہفت روزہ الاعتصام ہفت روزہ اہل حدیث، تنظیم اہل حدیث اور الاخوہ شامل ہیں۔ اس سے قبل ہفت روزہ الاسلام، ماہنامہ ترجمان الحدیث ہفت روزہ اہل حدیث دہلی، پندرہ روزہ ترجمان دہلی، مجلہ الدعوة، ترجمان

### بقیہ: اربعین اعتقادی

اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔ اس کا عرش پر مستوی ہونا جیسا کہ اس کی ذات اقدس کے لائق ہے ہم اس کے استواء پر بغیر کسی تمثیل و تشبیہ، بغیر کسی تکلیف اور بغیر کسی تعطیل و تاویل کے ایمان رکھتے ہیں۔ اس مسئلے کی تفصیل کے لیے شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی کتاب ”توحید خالص“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

۵: تمام مخلوق کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

۶: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے صفت علو کا اثبات ہے وہ اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے فوقیت کا ثبوت ہے جس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے اوپر ہے اور ان سے جدا اور بائن ہے۔

۷: اللہ تعالیٰ نے خاص کتاب لکھی اور اسے اپنے پاس عرش پر رکھا ہے۔ یہ کتاب حقیقت پر مبنی ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے۔

۸: اس آیت اور حدیث میں عرش الہی کا اثبات ہے۔ یہ عرش تمام مخلوقات سے اوپر ہے اور تمام مخلوقات سے بڑا ہے۔

۹: اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [الأعراف: ۱۵۶]

یعنی میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔

۱۰: اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے اور اس کی کیفیت نامعلوم ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے اور یہی سلف کا منہج ہے جو قوی، صحیح اور اعتدال پر مبنی ہے۔

### بقیہ: حجاب اور کارپوریٹ اخلاقیات

جنم دیتی ہیں جو بغیر شادی کے پیدا ہوتے ہیں اور ان میں اکثریت خیراتی اداروں کے سپرد ہو جاتی ہے۔ ایک ہول ناک اور بھیانک تصویر ہے جو دفاتروں میں جنسی طور پر ہراساں کرنے سے شروع ہوتی ہے اور پُر تشدد قتل و غارت تک جاتی ہے۔ لیکن ان سب سے کئی سو ارب روپے کی انڈسٹری چلتی ہے۔ اسی لیے جو عورت حجاب پہننے کا اعلان کرتی ہے وہ اس اربوں ڈالر کی آمدنی کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ وہ نمائش نہیں بننا چاہتی جو اس سرمایہ کمانے کے چکر کا آغاز ہے۔ ایسی مخالفت کو آغاز میں ہی کچلنے کے لیے یہ اخلاقیات سے محروم سرمایہ دار حقوق نسواں، جمہوری اقدار اور معاشرتی ترقی کے تیر ہاتھوں میں لیے حملہ آور ہوتے ہیں۔ ایسی آواز کو دبانے کے لیے جو ان کے پیٹ پر لات مارنا چاہتی ہے۔

(بہ شکریہ روزنامہ ”دنیا“ لاہور، ۲۴ ستمبر ۲۰۱۳ء)



## فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لاہوری

دار الدعوة السلفية، لاہور



۲۹۷۹	شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی	فاضل پور گوجراں والا، پاکستان۔
م ۳	”تحریک آزادی فکر اور حضرت شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی۔“ ص: ۲۴۸۔ مکتبہ نذیریہ، چیچہ وطنی۔	محمد اسحاق بھٹی ۲۹۷۸۱
۲۹۷۸۱	جماعت المسلمین	برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص: ۳۴۸۔ مکتبہ قدوسیہ،
ج ۵۱۵	صعقہ مثل صعقہ عاد و ثمود، ص: ۵۵۔ (مجموعہ ۶ کتب)	اردو بازار، لاہور۔
۲	رسالہ شرح اذکار الصلاۃ، مصنف: مولانا محمد کریم بخش، ص: ۴۶۔	مولانا اعجاز احمد سہوانی ۲۹۷۸۱
۳	فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور کا اردو ترجمہ	ابن سبا، ص: ۴۸۔ عمدۃ المطالع لکھنؤ
بنام سنت محمدی۔ ص: ۸۔		بشر انصاری (ایم۔ اے) ۲۹۷۸۱
۴	صلاۃ النبی، مولوی نور حسین، ص: ۱۸۔ مطبوعہ ثنائی برقی پریس۔	تحریک اہل حدیث افکار و خدمات، ص: ۳۸۳۔ ناشر:
۵	فضائل مصطفیٰ، مصنف نور گھر جاکھی، ص: ۶۔	مرکزی جمعیت اہل حدیث، پاکستان
۶	تنقید علی کتب فقہ الحنفیہ، ص: ۳۰۔	حضرت مولانا ابو معاویہ عبدالرحمن بن منیر راجووالوی
۲۹۷۸۱	مولانا عبدالغفور اثری	حقانیت مسلک اہل حدیث، ص: ۶۱۶۔ ملک سنز
۱۹۹	اصلی اہل سنت، ص: ۱۴۴۔ ناشر: اہل حدیث یوتھ فورس۔	پبلشرز، فیصل آباد۔
۲۹۷۸۱	حافظ عبدالحمید ازہر، فاضل مدینہ یونیورسٹی	محمد داود راز ۲۹۷۸۱
۳۷۹	تعارف اہل حدیث، ص: ۴۸۔ ناشر: محمد سلیم راہی	آر باب دیوبند اور اہل حدیث، ص: ۶۲۔ دار الاشاعت
۲۹۷۸۱	حافظ عبدالحمید ازہر	کراچی۔
۳۶۹۶	تعارف اہل حدیث، ص: ۵۴۔ ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث، راولپنڈی۔	مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، ص: ۱۱۴، ص: ۱۴
۲۹۷۸۱	ابو عثمان محمد اشرف فاضل پوری	اہل حدیث کا مذہب مع رسالہ اسلام اور اہل حدیث،
۲۵	قداومت اہل حدیث، ص: ۴۸، ادارہ خدام اہل حدیث	دار الدعوة السلفیہ، شیش محل روڈ۔

## حرفِ دعا

پُر آشوبِ لمحاتِ آسان کر  
 ذرا میرے حالاتِ آسان کر  
 بڑے کرب میں کٹ رہی ہے حیات  
 غریبوں کے دن راتِ آسان کر  
 مرا ذہن ہے ریگِ زارِ خرد  
 جنوں خیز برساتِ آسان کر  
 جو دنیا ہے وہ بے طلبِ بخش دے  
 اصولِ مناجاتِ آسان کر  
 مرا نفس ہے مائلِ سرکشی  
 طریقِ فتوحاتِ آسان کر  
 کسی خوف سے دل میں جو بند ہے  
 لبوں پر وہ حق باتِ آسان کر  
 مجھے چاہیے اپنا عرفانِ ذات  
 یہ مشکل مقاماتِ آسان کر  
 عطا کر معنی کو سوزِ دروں  
 سکوں بخش نعماتِ آسان کر  
 مری ضربِ حق سے درِ دل کھلے  
 حصارِ طلسماتِ آسان کر  
 حریفوں کے نا معتبرِ ذہن پر  
 مرے فن کی برکاتِ آسان کر

(سردار شفیق)